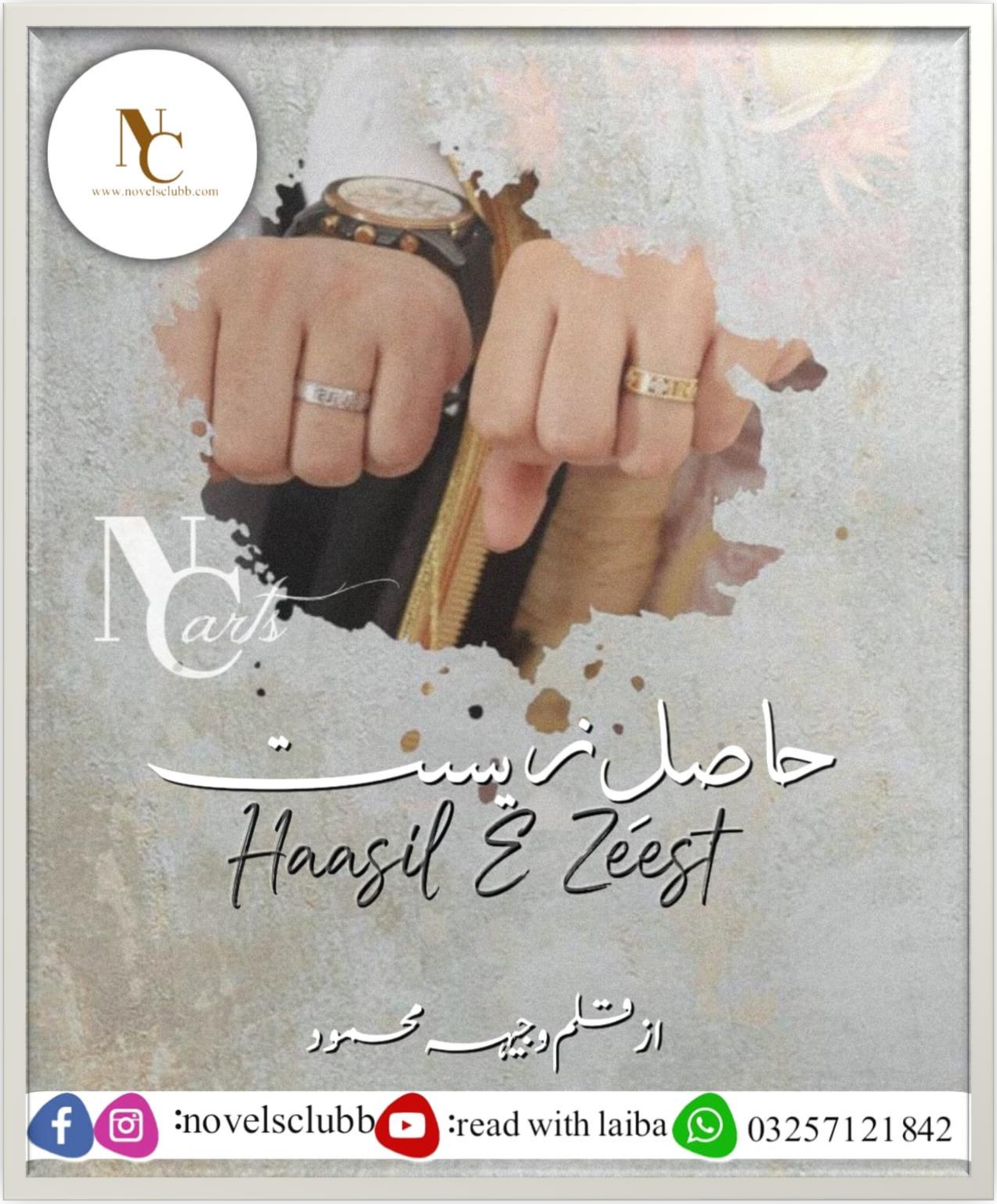
www.novelsclubb.com
حاصلِ زیست
Haasil E Zéest
از قلم وجیہہ محمود
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

حاصلِ زیست

از قلم

وجیہہ محمود

www.novelsclubb.com

قسط نمبر(05)

آبرو اِس وقت جیولری شاپ میں کھڑی تھی۔ وہ اپنی کولیگ اور دوست سدرہ کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ سدرہ کو اپنی رِنگ کا سائز چینج کروانا تھا مگر وہ آبرو کو پورا مال گھوما چکی تھی۔ دکاندار کو رقم ادا کرتے سدرہ نے ایک نظر، کچھ فاصلے پر کھڑی آبرو کے چہرے پر ڈالی جہاں صاف لکھا دکھائی دے رہا تھا کہ اب وہ یہاں مزید رکنا نہیں چاہتی۔ سدرہ چلتی ہوئی اُس کے قریب آئی،

"تھک گئی ہو؟" اس نے آبرو کو مخاطب کیا، آبرو نے اُس کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا،

"بس میں فری ہونے والی ہوں، پھر چلتے ہیں" دکاندار کے پاس جاتے اُس نے اپنی رِنگ رسیو کی، اور واپس آبرو کے پاس آئی،

www.novelsclubb.com

"چلو" وہ دونوں شاپ سے باہر نکلیں،

"تم نے اپنے لیے کچھ نہیں خریدنا؟" سدرہ نے دوبارہ آبرو کو مخاطب کیا،

"تمہیں پتہ ہے سدرہ مجھے جیولری نہیں پسند" وہ دونوں ساتھ چل رہی تھیں۔

"تو کچھ اور لے لو" سدرہ دوبارہ بولی،

"پھر کبھی سہی، آج میں بہت تھک چکی ہوں" تھکاوٹ آبرو کے چہرے سے عیاں تھی۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں مال سے باہر تھیں، وہ دونوں سدرہ کی گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ سدرہ کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر ایک سفید رنگ کی گاڑی آرکی، گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص کی آنکھوں کا رنگ بھُورا تھا، اُس شخص کی نظر جیسے ہی آبرو پر پڑی، اُس کی نظر ساکت رہ گئی، ایک اور اتفاق!

سدرہ نے ابھی گاڑی کی چابی اپنے پرس سے نکالی ہی تھی کہ اچانک آبرو کی نظر ایک ٹھیلے پر پڑی، جہاں ایک آدمی مٹی کے خوبصورت برتن بیچ رہا تھا۔ مٹی کے برتن آبرو کو شروع سے ہی بہت پسند تھے۔

"سدرہ اگر تمہارے پاس بس پانچ منٹ ہوں، تو ہم وہاں چلیں" سدرہ نے آبرو کی جانب دیکھا، اس کے چہرے پر خوشی تھی۔

"ہاں، ہاں، شیور" سدرہ آبرو کے ہمراہ چلتی ہوئی اس ٹھیلے کے قریب آئی۔ آبرو مٹی کے برتنوں کو دیکھنے لگی، تقریباً پانچ منٹ بعد وہ اُس شخص سے بھاؤتاؤ کرنے میں مصروف تھی۔ اُس نے مٹی کے دو خوبصورت پیالے خریدے تھے۔ اُس کی ساری کاروائی دور کھڑی گاڑی کے ساتھ کھڑا تاشفین اپنی آنکھوں کے ذریعے، اپنے دماغ میں محفوظ کر رہا تھا۔ وہ خود اپنی کیفیات اور حرکات سے لاعلم تھا۔ اُس آدمی کو رقم ادا کرتے، وہ دونوں ابھی دو قدم ہی دور گئی تھیں کہ ایک دم ایک زوردار آواز پر وہ پلٹیں، ایک گاڑی اُس ٹھیلے کو بہت زور سے ٹکر مار چکی تھی۔

ٹھیلہ زمین پر ڈھیر ہوا،اُس کے سارے برتن زمین پر گرتے ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔وہ آدمی سڑک پر بیٹھتا ٹوٹے ہوئے برتنوں کو سمیٹنے لگا،آس پاس موجود لوگ اُس کے گرد جمع ہونے لگے۔گاڑی کا دروازہ کھلا اور دو نوجوان باہر آئے۔اُن میں سے ایک شہریار لاشاری تھا جبکہ دوسرا اُس کا دوست احد تھا۔

"صاحب یہ آپ نے کیا کر دیا صاحب؟"وہ آدمی روتا ہوا اُن دونوں کو دیکھتا بول رہا تھا۔شہریار کچھ قدم آگے بڑھاتا اُس کے قریب آیا،

"یہ سڑک کیا تمہارے باپ کی ہے؟جو تم یہاں اپنا ٹھیلہ لگائے بیٹھے تھے"وہ ہتک آمیز لہجے میں بولا،دور کھڑی آبرو اُن کی جانب بڑھنے لگی،کہ سدرہ نے اُسے روکا مگر آبرو رکنے والوں میں سے نہ تھی۔

"اس طرح کے لوگ ہر جگہ کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھتے ہیں،جہاں دل چاہے منہ اٹھا کر بیٹھ جاتے ہیں"اُس کا دوست شہریار کے پاس آتا بولا،

"باپ کی جاگیر تو یہ تمہاری بھی نہیں ہے" وہ اب ان دونوں کے قریب آچکی تھی۔ سب لوگ آبرو کی جانب دیکھنے لگے،

"اور تم!" اس نے شہریار کی طرف دیکھا،

"اندھے ہو؟ دیکھ کر گاڑی نہیں چلا سکتے؟" آبرو غصے سے بولی،

"اے تم ہو کون؟ جانتی بھی ہو کس سے بات کر رہی ہو؟" شہریار غصے سے آگے بڑھا،

"نہیں جانتی، اور جاننا بھی نہیں چاہتی" آبرو کی بات پر شہریار کے غصے کو مزید ہوا ملی،

"تمہیں تو میں دیکھتا ہوں" وہ آگے بڑھنے لگا،

"مجھے بعد میں دیکھ لینا، پہلے اِن بابا کا نقصان پورا کرو"

"کون سا نقصان؟" اُس کے پاس کھڑا احد بولا،

www.novelsclubb.com

"یہی جو تم نے اُن کی محنت کی کمائی برباد کی ہے" وہ ٹوٹے ہوئے برتنوں اور ٹھیلے کی جانب دیکھتے ہوئے بولی،

"حرام کے پیسے نہیں ہیں میرے پاس، جو ہر کسی کو دیتا پھروں" شہریار کی بات پر آبرو نے اسکی جانب دیکھا،

"پیسے تو تمہیں دینے پڑیں گے" آبرو کے لہجے میں ضد آچکی تھی۔

"نہیں دیتا! کیا کرلو گی؟" شہریار دو قدم مزید آگے بڑھاتا بولا،

"میں کیا کروں گی، اب تم دیکھتے جاؤ! میں ابھی پولیس کو کال کروں گی، یہاں کھڑے تمام لوگ اِس واقعے کی گواہی دیں گے اور پھر لائسنس! وہ تو یقیناً تمہارے پاس نہیں ہوگا، ہے تو دکھاؤ" وہ ٹھوس لہجے میں بولتی شہریار کو لاجواب کر گئی۔

"بس اتنا سا کام کروں گی میں" آبرو مسکرائی، اس کی مسکراہٹ شہریار کو زہر لگی،

"نقصان پورا کرو ورنہ میں پولیس کو کال کروں گی" آبرو وارن کرتی ہوئی بولی، شہریار غصے میں اسکی جانب بڑھنے لگا کہ اس کا دوست پیچھے سے بول پڑا،

"ہم نقصان پورا کر دیں گے! بتاؤ کتنا نقصان ہوا ہے" اُس کی بات پر شہریار نے اسکی جانب دیکھا، جس پر احد نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا،

"بتائیں بابا، کتنا نقصان ہوا ہے آپ کا"

"پانچ۔۔۔پانچ ہزار۔۔۔" وہ آدمی بولا،

"5 ہزار۔۔اتنا۔۔۔" شہریار کی بات وہی رہ گئی جب احد نے پانچ ہزار کا نوٹ اس آدمی کی جانب بڑھایا۔

"یہ لو" آدمی نے آگے بڑھتے وہ نوٹ پکڑا، وہ دونوں واپس گاڑی کی جانب لگے، احد شہریار کو کچھ سمجھاتے ہوئے جا رہا تھا، جب وہ دونوں گاڑی کے قریب پہنچے تو اُن کی سماعت سے آبرو کی آواز ٹکرائی،

www.novelsclubb.com

"اگر آئندہ اپنی اِس گاڑی کو لے کر سڑک پر نکلو، تو گاڑی چلانے کی تمیز بھی سیکھ کر آنا" وہ یہ کہتے واپس سدرہ کے پاس چلی گئی جو دور کھڑی سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ شہریار نے مڑ کر ایک قہر بھری نظر آبرو پر ڈالی اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ جبکہ دو بھُوری آنکھیں ستائشی انداز میں آبرو کو تب تک دیکھتی رہیں جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

ہر سو گھپ اندھیرا تھا، وہ اندھیرے سے روشنی تک کی تلاش میں نکلی، اپنی تمام تر قوت کو جمع کرتے اس نے اپنی آنکھیں کھولنا چاہیں، دوبارہ وہ اپنی کوشش میں ناکام ٹھہری۔ تیسری بار کی گئی کوشش کامیابی کی منازل طے کر گئی، وہ اپنی آنکھیں کھولنے لگی، پلکوں کی باڑ ہٹتے اندھیرے چھٹنے لگے، ہر سو روشنی پھیلنے لگی، اس کا دماغ بیدار ہوتے، ذہن کے پردے پر اس کی زندگی ایک فلم کی مانند چلنے لگی، اسے

www.novelsclubb.com

سب یاد آنے لگا۔سامنے کا منظر مکمل سفید دکھائی دے رہا تھا۔دماغ اجاگر ہوتے سوال داغنے لگا،

کیا وہ مر چکی تھی؟

کیا اس کی اذیت کی مدت ختم ہو چکی تھی؟

کیا موت نے اسے اپنے آغوش میں لیتے،اسے اسکی زندگی سے رہائی دلوا دی تھی؟

دل نے بیدار ہوتے صدا لگائی،

ہاں وہ مر چکی تھی!

اسے اس کی زندگی سے رہائی مل چکی تھی!

اس کے لبوں پہ تبسم بکھرا مگر یہ کیا!

حسِ سماعت کے بیدار ہوتے ہی اُسے آہٹ سنائی دی،اس نے نظروں کا زاویہ تبدیل کرتے اس جانب دیکھا،دماغ نے لمحوں میں اسے باور کروایا کہ وہ زندہ ہے!

www.novelsclubb.com

ہاں وہ زندہ تھی! اسکے مسکراہٹ میں ڈھلے ہونٹ سمٹے، آنکھوں میں نمی پیدا ہونے لگی۔

وہ اتنی بدقسمت تھی کہ موت بھی اسے قبول کرنے کو تیار نہ تھی!

اس سے اذیتوں سے رہائی کا پروانہ چھینا جاچکا تھا!

زندگی نے ایک بار پھر اسے تلخ حقیقتوں سے روشناس کرواتے زمین پر لا پٹخا تھا، اس نے آنکھیں شدت سے بند کیں، پلکیں رخسار پہ سجدہ ریز ہوئیں، آنکھوں میں موجود آنسو، آنکھوں کے کناروں سے پھسل گئے۔ اس نے پھر آنکھیں کھولیں، ایک نرس اس کے قریب آتے، اس کی ڈرپس چیک کر رہی تھی۔ سبرینہ نے بوجھل ہوتے سر کو اس کی جانب کرنے کی کوشش کی جس پر وہ سبرینہ کی جانب متوجہ ہوئی۔ سبرینہ کی نیم وا آنکھوں کو دیکھتے، وہ پہلے حیران ہوئی اور پھر تیزی سے باہر کی جانب بھاگی۔ وہ کیا کہہ رہی تھی، سبرینہ کو کچھ سنائی نہ دیا۔

کچھ دیر بعد اسے کچھ لوگ اپنے بیڈ کی جانب بڑھتے دکھائی دیے، جن میں ایک وہی نرس تھی جبکہ اس کے ساتھ ایک ڈاکٹر تھیں، وہ اس کے قریب آتے اس کا معائنہ کرنے لگیں، سبرینہ کی نظر کچھ فاصلے پر کھڑے ایک مرد پر پڑی، وہ اس کے لیے غیر شناسا تھا، مگر اسکا دماغ اسے مسلسل یہ احساس دلا رہا تھا کہ سبرینہ اُسے کہیں دیکھ چکی ہے کہ اچانک اسکے ذہن کے پردے پر ایک منظر لہرایا، ہاں یہ وہی شخص تھا جس کی گاڑی سے سبرینہ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ ہر تکلیف دہ منظر سبرینہ کو یاد آنے لگا، ہر اذیت پھر سے اجاگر ہونے لگی، وہ اپنے حواس کھونے لگی، اسے سانس لینے میں ایک دم دشواری کا سامنا ہوا اور وہ کچھ لمحوں میں دوبارہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو گئی۔

ایک گرم دوپہر کے بعد اب موسم کافی خوشگوار ہو چکا تھا۔ درختوں کے پتے ہلکی ہلکی ہوا کے دوش پر جھولنے میں مصروف تھے۔ وہ اس وقت گھر کے لان میں ٹیبل

کے گرد لگی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔وہ سرمئی رنگ کے شلوار قمیض میں موجود تھا۔اس کی بھوری آنکھیں کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔اس کے ذہن کے پردے پر ایک تصویر نمودار تھی،وہ ایک سیاہ آنکھوں والی لڑکی تھی جس نے اسے آج بہت متاثر کیا تھا۔وہ اس کی بہادری، جرآت،ہمت سے بہت متاثر ہوا تھا۔اس مجمعے میں کھڑے اتنے مردوں میں،وہ ایک عورت تھی جس نے حق اور انصاف کی بات کرتے مظلوم کو انصاف دلوایا تھا۔اسے اس کا لہجہ،اس کی باتیں،اس کا انداز،ایک ایک شے یاد تھی۔وہ پورا منظر اس کے ذہن کے پردے پر ایک فلم کی مانند چلنے لگا۔آج کے واقعے کے بعد تاشفین احمد نے آبرو صدیقی کے بارے میں دوسرا تاثر قائم کیا تھا کہ وہ ایک "بہادر لڑکی" تھی۔اُسے سوچتے سوچتے نجانے کب اُس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے اور یہی منظر کچھ فاصلے پر کھڑے زاویار نے اپنی آنکھوں میں قید کر لیا۔وہ چہرے پر مسکان سجائے اس کی جانب بڑھنے لگا،

"کھوئے کھوئے سے میرے سر کار نظر آتے ہیں" وہ یہ بولتا اس کے سامنے رکھی کرسی پر جا بیٹھا۔اس کی آواز پر تاشفین کی سوچوں کا محور ٹوٹا،اس نے زاویار کی جانب دیکھا،وہ سوچوں کے تسلسل میں مخل ہوا تھا۔

"خیریت تو ہے ڈاکٹر صاحب، کس کے خیالوں میں گم ہیں،جو یوں اکیلے بیٹھ کر مسکرایا جارہا ہے" وہ اسکو مخاطب کرتا بولا،اس سے پہلے کہ تاشفین اسکو جواب دیتا، زاویار کی نظر ٹیبل پر رکھے چائے کے کپ پر پڑی،اس نے ہاتھ بڑھاتے کپ کو ہاتھ لگایا،کپ میں موجود چائے بلکل ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"لگتا ہے معاملہ کافی سنگین ہے جو ڈاکٹر تاشفین احمد کو چائے تک کا ہوش نہیں" وہ تاشفین کی چائے گرم گرم پینے کی عادت کو چوٹ کرتا بولا،اس کے بولنے پر تاشفین نے آگے بڑھتے کپ اٹھایا۔چائے واقعی بہت ٹھنڈی ہو چکی تھی۔اس نے زاویار کی جانب دیکھا جو سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں بس وہ ایک۔۔۔"اس کی بات درمیان میں تھی کہ زاویار اسکی جانب جھکا،

"ایک حسینہ کی یاد آگئی تھی!"زاویار کی بات پر اسکی نظروں کے سامنے آبرو کا چہرہ نمودار ہوا۔وہ خود انجان تھا کہ وہ بار بار اُسے کیوں سوچ رہا ہے،کیوں وہ اس کے دماغ اور سوچوں پر چھائی ہوئی ہے۔

"چلو جی،ڈاکٹر صاحب ایک بار پھر گم ہوگئے"وہ اسے دوبارہ سوچوں میں گم ہوتا دیکھ کر بولا،

"ایسی کوئی بات نہیں ہے،وہ بس ایسے ہی میں کچھ سوچ رہا تھا"تاشفین نے یہ کہتے کرسی سے ٹیک لگائی،

"آپ نے کہا ڈاکٹر صاحب اور ہم نے مان لیا"وہ تابعداری سے بولا،اِس سے پہلے کہ وہ تاشفین کو مزید تنگ کرتا،تاشفین کے دماغ میں خیال آیا،

میں نے آج تمہیں اتنی بار کال کی مگر تم نے ایک بار بھی میرا فون نہیں"

"اٹھایا، خیریت؟

"میں آج کافی مصروف تھا" زاویار نے اپنے ساتھ پڑی کرسی کو کھینچتے اپنے سامنے کیا اور اپنی ٹانگیں اوپر کرتے، اپنے دونوں پاؤں اس پر ٹکا دیے،

"مصروف تھے تو فری ہو کر کال بیک ہی کر لیتے" تاشفین دوبارہ بولا،

"موبائل کی بیٹری ڈیڈ ہو گئی تھی اِس لیے میں کال نہیں کر سکا" زاویار نے جواب دیتے چائے کے ساتھ رکھے بسکٹس کی پلیٹ میں سے ایک بسکٹ اٹھایا، تاشفین خاموش ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

"خیریت سے کال کی تھی؟" زاویار کی بات پر تاشفین نے اسکی جانب دیکھا،

"ہاں ایک ضروری کام تھا"

"کیسا ضروری کام؟" زاویار نے دوسرا بسکٹ اٹھایا،

"ابتہاج کی بہن کے لیے ایک وکیل چاہیے"تاشفین کی بات پر زاویار سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھنے لگا،

"کس سلسلے میں ؟"اس کے لہجے میں بلا کی سنجیدگی تھی۔اس کی بات پر تاشفین گہری سانس لیتے معاملے کی تفصیلات دینے لگا۔

"اس طرح کے کیسز تو میں ڈیل نہیں کرتا بھائی"زاویار نے اس کی بات مکمل ہوتے کہا،

"مجھے پتہ ہے زاوی، میں اس سلسلے میں تم سے اس لیے بات کر رہا ہوں کہ تم مجھے کوئی اچھا سا وکیل بتاؤ جو اس طرح کے کیسز کو اچھی طرح ہینڈل کرنا جانتا ہو"اس کی بات سنتے تاشفین بولا، کچھ لمحے زاویار سوچنے لگا،ایک دم اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی،

"ہے ایک بہترین وکیل !"

"کون؟"اس کی بات پر تاشفین نے پوچھا،

"ایڈوکیٹ آبرو صدیقی"زاویار نے اسے جواب دیا،تاشفین نے وہ نام زیرِلب دہرایا،

"بہت اچھی وکیل ہیں،ابھی کچھ دنوں پہلے ہی اُن کا تبادلہ ہمارے کورٹ میں ہوا ہے مگر میں نے ان کے بارے میں بہت سنا ہے کہ وہ اس طرح کے کیسز بہت اچھے سے ہینڈل کرنا جانتی ہیں"وہ رکا،

"بس ایک مسئلہ ہے"زاویار کے کہنے پر تاشفین نے اس کی جانب دیکھا،

"کیا؟"

www.novelsclubb.com

"کافی ضدی ہیں میڈم،کسی کی ٹیڑھی بات برداشت نہیں کرتیں،اس لیے کیس سے متعلق کوئی بھی بات ان سے چھپانے کی کوشش مت کیجئے گا"زاویار یہ کہتا

واپس کرسی سے ٹیک لگاتا بیٹھ گیا۔اس کی بات پر تاشفین مسکرایا اور اپنے اور زاوی کے قریب آتیں اموجان کو دیکھنے لگا۔

اسے دو گھنٹے بعد دوبارہ ہوش آچکا تھا۔اس بار وہ کافی حد تک آس پاس ہوتی چیزیں محسوس کرسکتی تھی۔ایک نرس اس کے قریب کھڑی تھی جبکہ وہ بیڈ پر لیٹی خلا میں کسی غیر مرعی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔وہ اپنے سر اور دائیں بازو کے گرد لپٹی پٹی محسوس کرسکتی تھی۔ایکسیڈنٹ میں اس کے سر پر کافی گہری چوٹ آئی تھی مگر بروقت ہاسپٹل پہنچانے کی وجہ سے اس کی جان بچالی گئی تھی۔اس کی آنکھیں خشک اور ویران تھیں،چہرے کا رنگ زرد تھا۔نرس اسے ڈرپ لگانے لگی،اس کی آنکھیں ہسپتال کے اُس کمرے کی سفید چھت پر ٹکی تھیں،اسے اپنے قریب آہٹ کا احساس ہوا،ایک ڈاکٹر اس کی جانب بڑھ رہی تھیں۔وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس رکھی کرسی کھینچتے اس پر بیٹھ گئیں۔سبرینہ ان کی جانب دیکھنے لگی،وہ ایک 50

سالہ نفیس خاتون تھیں، انہیں دیکھتے سبرینہ کو بے اختیار سکینہ بیگم یاد آئیں، دل کا درد جاگنے لگا، آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں،

"بیٹا" اُن کی پکار پر سبرینہ نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کا زاویہ ان کی جانب کیا،

"اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہو؟" ان کی آواز میں نجانے ایسی کیا بات تھی کہ سبرینہ کے آنسو پلکوں کے باڑ توڑتے اس کے رخسار بھگونے لگے، وہ بے آواز رونے لگی، وہ ڈاکٹر اٹھتی اس کے قریب آئیں، نرس آگے بڑھتے اسکی ڈرپس چیک کرنے لگی۔

"بیٹا کیا ہوا ہے آپ کو؟ کہیں درد محسوس ہو رہا ہے کیا؟" وہ اس کے قریب آتے پوچھنے لگیں، جس پر سبرینہ نے ان کی جانب دیکھتے نفی میں سر ہلایا،

"پھر کیا ہوا ہے؟" وہ اس کے رونے کی وجہ پوچھنے لگیں۔ سبرینہ نے ایک بار پھر نفی میں سر ہلایا اور اپنے ہاتھ بمشکل اٹھاتے اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔ کچھ لمحے بعد وہ دوبارہ نارمل ہو چکی تھی۔

"بیٹا آپ بالکل میرے بچوں کی طرح ہو" سبرینہ کو نارمل ہوتا دیکھ کر وہ بولنے لگیں،

"باہر پولیس کھڑی ہے وہ اندر آ کر آپ سے پوچھ گچھ کرنا چاہ رہے تھے مگر میں نے انہیں روکا ہے" ان کی بات پر سبرینہ نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں اٹھا کر ان کی جانب دیکھا،

"وہ اس آدمی سے تفتیش کر رہے ہیں جس کی گاڑی سے آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، اور وہ آدمی مسلسل ایک ہی بات کہہ رہا ہے کہ ایکسیڈنٹ میں غلطی اُس کی نہیں آپ کی تھی، آپ خود اس کی گاڑی کے سامنے آئی تھی" ان کی بات پر سبرینہ کو وہ منظر پھر سے یاد آنے لگا۔

"بیٹا کیا وہ آدمی سچ کہہ رہا ہے؟" اسکی مسلسل خاموشی پر وہ پوچھنے لگیں، ان کے دوبارہ پوچھنے پر سبرینہ نے اپنا رخ ان کی جانب کرتے، انہیں دیکھا اور اپنا سر اثبات میں ہلایا۔

"مگر بیٹا۔۔۔"اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتیں، سبرینہ ایک دم بِلک بِلک کر رونے لگی۔

"مجھے نہیں جینا، خدا کا واسطہ ہے آپ مجھے مار دیں، مجھے نہیں جینا" وہ تیزی سے اس کے قریب گئیں۔

"مگر بیٹا مجھے کچھ بتاؤ تو سہی"

"آپ تو ایسا کر سکتی ہیں نہ، پلیز میں التجا کرتی ہوں مجھے مار دیں، آپ میری جان لے لیں، مجھے نہیں جینا، میں نہیں جینا چاہتی" وہ بہت شدت سے رو رہی تھی۔

"بیٹا جان لینے اور دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے، ہمارا اور آپ کا اس پر کوئی اختیار نہیں اور ویسے بھی اب معاملہ صرف ایک جان کا نہیں بلکہ دو جانوں کا ہے" ان کے الفاظ سبرینہ کے کانوں میں پڑتے، اس کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا، اس کا ذہن بے اختیار اپنے آپ سے منسلک وجود کے بارے میں سوچنے لگا۔

کچھ لمحے وہ بے آواز روتی رہی۔

"میڈم کہیں یہ اسی وجہ سے تو۔۔۔" پاس کھڑی نرس نے بات ادھوری چھوڑ دی مگر سبرینہ اور ڈاکٹر اس کی بات کا مفہوم بخوبی سمجھ چکے تھے۔

"آپ جائیں یہاں سے اور باہر جا کر پولیس کو انفارم کریں کہ وہ آدمی سچ بول رہا ہے" ان کے لہجے کی سختی محسوس کرتے وہ نرس باہر کی جانب چل پڑی،

"اور ہاں جب تک میں نہ کہوں کوئی اندر نہ آئے" یہ الفاظ سنتے وہ نرس دروازہ عبور کر گئی۔ وہ ڈاکٹر واپس سبرینہ کی جانب پلٹیں، جس کا دماغ سن ہو رہا تھا، اُس کی جائز اولاد کو ناجائز تصور کیا جا رہا تھا، اُسے ایک گناہ قرار دیا جا رہا تھا، اس کی خودکشی کا سبب بنایا جا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"بیٹا" ڈاکٹر نے اسے دوبارہ اپنی جانب متوجہ کیا۔

"مجھے بتاؤ بیٹا، ایسا کیا ہوا ہے جو آپ ہر صورت اپنی زندگی ختم کرنا چاہتی ہو" ان کی بات پر سبرینہ ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگی، مہربان اور شفیق آنکھیں!

"مجھ پر بھروسہ رکھو بیٹا، میں تمہاری ماں جیسی ہوں" ماں کا لفظ سبرینہ کی سماعت میں پڑتے وہ اپنا ضبط کھونے لگی، آنسو بے اختیار ہوئے، رخسار بھیگنے لگے، زبان سے الفاظ ادا ہونے لگے، ہر دکھ، ہر تکلیف آنسوؤں اور الفاظ کے ذریعے بہنے لگی۔

رات کا ایک بج چکا تھا، آج پھر فیاض لاشاری، شاہزین لاشاری کے منتظر تھے۔

"فیاض آپ بیٹھ جائیں، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ۔۔۔" فائقہ بیگم انہیں مسلسل اِدھر سے اُدھر چکر لگاتا دیکھ کر بولیں،

"تمہیں واقعی میری طبیعت کی فکر ہے!" ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے فیاض صاحب بول پڑے،

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں فیاض، ظاہر ہے مجھے آپ کی صحت کی فکر ہے"

"اگر تمہیں واقعی میری فکر ہوتی تو کم از کم تم اپنے صاحبزادوں کی تربیت ایسی نہ کرتی جیسی تم کر چکی ہو" فیاض لاشاری کی بات پر فائقہ بیگم خاموش ہو گئیں۔ اسی اثناء میں انہیں لاؤنج کی جانب بڑھتے قدموں کی آواز سنائی دی، وہ دونوں دروازے کی جانب دیکھنے لگے، جہاں سے شاہزین داخل ہو رہا تھا۔ پہلا قدم لاؤنج میں رکھتے اس کی نظران دونوں پر پڑی، وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھنے لگا،

"اومائی گاڈ، آج ڈیڈ میرا ویٹ کر رہے ہیں، مطلب آج پھر میری خیر نہیں" وہ اپنی جیکٹ صوفے پر رکھنے لگا۔

"کہاں تھے تم؟" فیاض لاشاری کا لہجہ سخت تھا۔

"بائے گوڈ ڈیڈ آج میں نے کسی کو ہِٹ نہیں کیا" شاہزین کا موڈ کافی خوشگوار تھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے، میں نے پوچھا کہاں تھے تم؟" فیاض لاشاری نے سوال دہرایا۔

www.novelsclubb.com

"مشی کے ساتھ تھا" شاہزین نے ایک نظر فائقہ بیگم پر ڈالتے جواب دیا جوان دونوں کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

واہ زبردست، یہاں باپ جیے یا مرے اولاد کو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا، انہیں تو" "صرف اپنی عیاشیوں کی فکر ہے

"کیوں ڈیڈ آپ کو کیا ہوا؟" شاہزین کی بات پر فیاض صاحب کو ایک اور دھچکا لگا، اُن کی نظر بے اختیار فائقہ بیگم کی جانب گئی، جو اُن سے نظریں چرا رہی تھیں۔ انہوں نے جھوٹ بولا تھا کہ وہ شاہزین کو ان کی طبیعت کا بتا چکی ہیں۔

"کچھ نہیں مجھے کیا ہونا ہے، میری زندگی تو آج سے 30 سال پہلے ہی برباد ہو گئی تھی" ان کا اشارہ جس جانب تھا فائقہ بیگم سمجھ چکی تھیں۔

"تم نے کل کاشف کے ساتھ کیا کیا تھا؟" وہ دوبارہ شاہزین کی جانب متوجہ ہوئے۔ انکے سوال پر شاہزین طنزیہ مسکرایا۔

"تو آپ کو خبر مل ہی گئی یا پھر آپ میری جاسوسی کروا رہے ہیں؟"

"میں تمہاری جاسوسی کیوں کرواؤں گا، تمہارا باپ ہوں تمہاری حرکتوں کو مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا" فیاض لاشاری کے جواب پر وہ پھر مسکرایا۔

"تم نے کاشف کی بات کیوں نہیں سنی؟"

"سنی تو تھی" بیزاری سے جواب دیا۔

"تو پھر تم نے اس کی مدد کیوں نہیں کی؟"

"مجھے جو بہتر لگا ڈیڈ میں نے وہ کیا" شاہزین کا لہجہ سخت ہونے لگا تھا۔

"تمہارے سینے میں دل ہے شاہزین یا نہیں، اس کا بچہ بیمار تھا اور تم نے اس کی مدد نہیں کی تم۔۔۔

"ڈیڈ پلیز لیو دس ٹاپک" وہ بے زاری سے بولا۔

"جو تمہارے دل میں آئے گا، تم وہ کرتے پھرو گے، تمہیں کس نے یہ حق دیا" کہ۔۔۔

"آپ جانتے ہیں ڈیڈ مجھے پورا حق ہے آفس کے معاملات اپنی مرضی سے ڈیل کرنے کا کیونکہ۔۔۔"وہ رکا۔

"آپ کے ساتھ اس کمپنی میں 45 پرسنٹ کا شیئر ہولڈر، کوئی اور نہیں میں ہوں"وہ مسکرایا، اس کی مسکراہٹ فیاض صاحب کو زہر لگی۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا"وہ نفی میں سر ہلاتے اپنے کمرے کی جانب چل پڑے جبکہ پیچھے کھڑا شاہزین اپنی جیکٹ اٹھاتا آگے بڑھنے لگا کہ فائقہ بیگم جو تب سے کھڑی ان دونوں کی باتیں سن رہی تھیں اس کے پاس آئیں،

"شاہزین تم مشی کے ساتھ تھے؟"اُن کا سوال غیر متوقع تھا۔انہیں فیاض لاشاری کے غصے، شاہزین کے جوابات، کسی چیز سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔

"جی مام" شاہزین نے اُن کی جانب دیکھتے جواب دیا۔

"تمہیں وہ کیسی لگتی ہے؟" ایک اور غیر متوقع سوال۔

"اچھی لگتی ہے" غیر متوقع جواب۔

"تم اُس میں انٹرسٹڈ ہو، میرا مطلب سیریس ہو؟" فائقہ بیگم نے سوال پوچھتے اس کی آنکھوں میں دیکھا،

"ناٹ اِیٹ آل مام" شاہزین کا جواب انتہائی غیر متوقع تھا۔

"اور وہ؟" ایک اور سوال،

www.novelsclubb.com

"شی اِز آلسو ناٹ سیریس مام!" وہ اکتانے لگا۔

"اوکے مام، باقی باتیں کل کریں گے، سی یو، گڈ نائٹ" اس سے پہلے کے فائقہ بیگم کچھ اور پوچھتیں وہ یہ کہتے اپنے کمرے کی جانب چلا گیا جبکہ فائقہ بیگم کا دماغ اس کے جوابات میں الجھ چکا تھا۔

انہیں عید کی نماز پڑھ کر آئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی۔وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے اپنے اپنے موبائل فونز میں گم تھے۔اتنے میں نور لاؤنج میں داخل ہوئی، عید مبارک کی صدا لگاتے وہ ان دونوں کے قریب آئی، دونوں سے عید ملتے اس نے تاشفین کی جانب دیکھا،

"چلیں بھائی میری عیدی دیں" اپنا ہاتھ اُس کے آگے پھیلاتے وہ کہنے لگی، اس کی حرکت پر تاشفین ہنستے ہوئے اپنے والٹ سے پیسے نکالنے لگا، کچھ دیر بعد وہ پانچ ہزار کی دو کڑک نوٹ نور کے ہاتھ پر رکھ چکا تھا۔

"کافی ہیں؟" تاشفین نے مسکراتے ہوئے پوچھا،

"ابھی کے لیے کافی ہیں" نور نے ہنستے ہوئے جواب دیا جبکہ ان دونوں کی یہ کاروائی پاس کھڑا زاویار دیکھ رہا تھا۔تاشفین سے عیدی لیتے اب وہ زاویار کی جانب پلٹی،

"چلو میری عیدی نکالو" وہ اپنا ہاتھ اُس کے آگے کرتی بولی،

"تمہیں شرم نہیں آتی ہر وقت مانگتے ہوئے، کبھی گفٹ، کبھی عیدی!" وہ اس کو چڑاتے ہوئے بولا،

"نہیں، تمہاری بہن ہوں نہ اس لیے شرم نہیں آتی" نور نے دوبدو جواب دیا۔

"اب دیر مت کرو میری عیدی نکالو، ویسے بھی اب تو تم بھی کماتے ہو"

"بستی بسی نہیں، بھکاری پہلے آگئے" اس نے نور کو زچ کرنا چاہا،

"زاوی جلدی کرو، بھائی نے بھی تو دی ہے نہ، اب تم بھی دو"

"تمہارا بھائی ٹھہرا امیر آدمی، مجھ غریب کو تو ابھی نوکری ملے عرصہ ہی کتنا ہوا ہے" وہ دہائی دیتا بولا،

"غریب آدمی، زیادہ نہیں تو کم ہی دے دو" نور بھی آج جانے کے موڈ میں نہ تھی۔

"اچھا دیتا ہوں" زاویار منہ بناتا اپنے والٹ سے پیسے نکالنے لگا۔کچھ دیر بعد وہ ایک ہزار کا نوٹ نور کے ہاتھ پر رکھ رہا تھا۔

"ایک ہزار!"نور کا منہ کھلا رہ گیا۔

"زیادہ ہیں نہ لاؤ کم کر دیتا ہوں" وہ واپس اس کے ہاتھ سے پیسے اٹھانے لگا۔

"بس ایک ہزار!زاوی اتنے کنجوس تو مت بنو"

"خود ہی تو کہا تھا زیادہ نہیں تو کم دے دو"

"کم کہا تھا مگر اتنے کم نہیں"نور کا منہ بن چکا تھا جبکہ پاس کھڑا تا شفین زاویار کی کنجوسی اور نور کی حرکتیں دیکھ رہا تھا کہ اچانک اسے اموجان کا خیال آیا۔

"نور اموجان کہاں ہیں؟"اس نے نور کو مخاطب کیا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہیں"اس کی بات پر تا شفین اموجان کے کمرے کی جانب چلا گیا۔

"زیادہ ہیں تو لاؤ کم کر دوں" زاوی کے کہنے پر نور نے وہ نوٹ سختی سے اپنی مٹھی میں بند کیا،

"ہاں نہ بہت زیادہ ہیں، میں سوچ رہی تھی کہ میں اِن پیسوں سے غریبوں میں کھانا تقسیم کروادوں پھر اپنے لیے ایک عالیشان بنگلہ خرید لوں اور بچے ہوئے پیسوں سے تمہیں ایک زبردست سی بائیک گفٹ کر دوں اور اُس کے بعد بھی اگر پیسے بچ جائیں تو۔۔۔۔"

"نہیں بس اُس کے بعد پیسے ختم ہو جائیں گے" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے" زاوی بول پڑا۔

"چلو شاباش، اب جاؤ کھانے کا انتظام کرو" وہ اُس کو بولتا دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ نور اُس کو گھورنے لگی اچانک دماغ میں ایک خیال نمودار ہونے پر وہ مسکرائی اور کچن کی جانب بڑھ گئی۔

www.novelsclubb.com

رُتبہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے میک اپ کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔کچھ دیر میں انہیں جلال تایا کے گھر کے لیے نکلنا تھا،اس نے جیسے ہی اپنے سامنے بڑا پرفیوم اٹھایا،کمرے میں حرم داخل ہوئی،رُتبہ پر نظر پڑتے اسے کل کا واقعہ یاد آیا جب رُتبہ نے اس سے کیک کا بدلہ لیتے ہوئے اس کے سارے چھپائے گئے ٹیسٹ، جن میں اس کا سکور کم تھا آبرو کو دکھا دیے تھے، جس کے بعد آبرو نے حرم کی خوب کلاس لی تھی۔اس کے ہاتھوں میں پرفیوم دیکھ کر حرم کے دماغ میں رُتبہ سے بدلہ لینے کا خیال آیا اور وہ اس کو تنگ کرنے کا ارادہ لیے آگے بڑھی،

"چھی، چھی، چھی آج تو عید تھی، آج تو نہا لیتی" وہ ناک منہ چڑھاتے ہوئے اسے مخاطب کرتی بولی، حرم کی آواز رُتبہ کے کانوں تک پہنچنے کی دیر تھی،رُتبہ نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا،

"نہا لیتی تو کم از کم اتنا پرفیوم لگانے کی ضرورت تو پیش نہ آتی" حرم کی بات سنتے رُتبہ نے وہی پرفیوم اٹھا کر حرم کو دے مارا، جسے حرم نے بروقت کیچ کرتے ٹوٹنے سے بچایا،

"توبہ توبہ، دیکھا صحیح کہا تھا میں نے نہالو، اچھا ہے! اب دیکھو میل دماغ تک پہنچ گئی ہے تبھی تو یہ حرکتیں کر رہی ہوں، ابھی اگر آبرو آپی یہ دیکھ لیتیں تو بتاتیں تمہیں" وہ بڑوں کے انداز میں اسے سمجھاتے ہوئی بولی،

"آبرو تو مجھے بعد میں دیکھے گی پہلے میں تمہیں بتاتی ہوں" وہ خونخوار انداز میں اس کی جانب بڑھی، اتنے میں اِصباح کمرے میں داخل ہوئی اور اُن دونوں کو لڑتا دیکھ کر غصے سے بولی،

"تم لوگ نہیں جانا چاہتے۔ ٹھیک ہے! میں امی کو منع کر دیتی ہوں" وہ مڑنے ہی لگی تھی کہ وہ دونوں اس کی طرف لپکیں،

"نہیں نہیں اِصباح، بس دو منٹ دو، ہم تیار ہیں" رُتبہ نے اُس کو مناتے ہوئے کہا، حرم بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے اثبات میں سر ہلا گئی،

"بس دو منٹ! اس سے زیادہ ایک سیکنڈ نہیں" وہ انگلی کے اشارے سے وارن کرتی باہر چلی گئی۔ پیچھے کھڑی رُتبہ نے حرم پر غصے بھری نگاہیں ڈالیں، جیسے کہہ رہی ہو کہ تمہیں تو میں بعد میں دیکھ لوں گی۔ حرم نے آنکھیں پٹپٹاتے معصوم کے سارے ریکارڈ توڑ دیے۔ رُتبہ دوبارہ ڈریسنگ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس نے ابھی مسکارا اٹھایا ہی تھا کہ حرم بول پڑی،

"جب حُسن بٹ رہا تھا تو کہاں تھی تم؟ لائن میں لگ جاتی تو آج اتنی محنت تو نہ کرنی پڑتی" پیچھے سے حرم کی افسوس بھری آواز اسے سنائی دی، رُتبہ اُس کو جواب ضرور دیتی مگر اسے اِصباح کے دیے دو منٹ یاد تھے، لہذا وہ خاموش رہی۔ حرم رُتبہ کو خاموش دیکھ کر دوبارہ بولی،

"اب مجھے ہی دیکھ لو صرف ہلکی سی لپسٹک لگانے سے ہی چاند کا ٹکڑا لگتی ہوں" وہ شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی،اس بار رُتبہ بھی بول پڑی،

"جب حُسن بٹ رہا تھا تو میں عقل کی لائن میں لگی تھی تا کہ اُس سے محروم نہ رہ جاؤں کچھ حسین چاند کے ٹکڑوں کی طرح" وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولی،

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟" حرم چاہے اسکی بات سمجھ چکی تھی مگر پھر بھی وہ اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی تا کہ وہ صالحہ بیگم کو اُس کی شکایت لگا سکے کہ اس نے حرم کو بے عقل کہا ہے۔

"اپنے حُسن سے پوچھو اس بات کا مطلب، جو تم نے لائن میں کھڑے ہو کر حاصل کیا ہے" وہ جلانے کے انداز میں کہتی دروازے سے باہر نکل گئی کیونکہ دو منٹ ہو چکے تھے۔ پیچھے حرم غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی، وہ تو اسے تنگ کر کے اس سے بدلہ لینا چاہتی تھی مگر یہاں تو وہ خود ہی زد میں آ چکی تھی، وہ انہی خیالوں میں گم تھی کہ اسے اِصباح کی آواز سنائی دی،

"حرم دو سیکنڈ سے پہلے باہر آجاؤ ورنہ ہم تمہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے "اِصباح کی آواز سنتے وہ اپنے خیالات سے نکلتی دروازے کی جانب بھاگی۔

سبرینہ کے الفاظ اور اسکی گزری زندگی کی کہانی ختم ہو چکی تھی۔ کمرے میں خاموشی تھی سوائے سبرینہ کی ہچکیوں کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ سامنے بیٹھی ڈاکٹر عافیہ بھی خاموش بیٹھی تھیں،

"سب ختم ہو گیا سب ! اب آپ ہی بتائیں کہ کیا میں اِس قابل ہوں کہ میں زندہ رہوں ! مجھے جینے کا کوئی حق نہیں ! مجھے مر جانا چاہیے "وہ روتے ہوئے بول رہی تھی،

"آپ کو مجھ پر غصہ نہیں آرہا؟ "انہیں مسلسل خاموش دیکھتے سبرینہ رندھی ہوئی آواز میں بولی،

"مجھے تم پر غصہ کیوں آئے گا بیٹا، بلکہ مجھے تو تم پر ترس آرہا ہے" ان کے الفاظ سنتے سبرینہ نے حیرت سے ان کی جانب دیکھا،

"ترس!" وہ حیران تھی۔

"ہاں ترس!" وہ اتنا بول کر خاموش ہو گئیں،

"مگر کیوں؟" سبرینہ نے سوال کیا۔

"کیونکہ تم ظالم بھی ہو اور مظلوم بھی" سبرینہ نے اُن کی آنکھوں میں دیکھا، اُن کی آنکھیں نم تھیں۔

"تمہیں پتہ ہے بیٹا، آج میں نے تم میں اپنا آپ دیکھا ہے" ان کی بات سمجھتے سبرینہ حیران ہوئی۔

"آج سے 28 سال پہلے میں بھی بالکل اِسی مقام پر کھڑی تھی جہاں آج تم کھڑی ہو، فرق محض اتنا تھا کہ تم نے سب اپنے ہاتھوں سے گنوایا ہے اور مجھ سے سب میری قسمت نے چھینا تھا" ان کی آواز میں درد شامل ہونے لگا تھا۔

"میری تعلیم مکمل ہوتے ہی میری شادی میرے ایک کولیگ کے ساتھ ہو گئی تھی، سب بہت اچھا تھا، زندگی بہت خوشحال تھی، ایک سال گزرا، خدا نے مجھے اولاد کی نعمت سے نوازا، مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب میرے شوہر نے میرے بیٹے کی پیدائش پر پورے وارڈ میں مٹھائی تقسیم کی تھی مگر۔۔۔" وہ رکیں،

"ہماری خوشیاں بہت مختصر تھیں، میرے بیٹے کی پیدائش کے دو روز بعد۔۔۔" اُن کی آواز رندھ چکی تھی۔

"میرے شوہر کا ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا، میں ٹوٹ گئی تھی سبرینہ بالکل تمہاری طرح، میری اولاد دنیا میں آتے ہی یتیم ہو گئی تھی۔ مگر وقت کا کام ہے گزرنا یہ کسی کے لیے نہیں رکتا، وقت گزرتا گیا میں نے اپنے آپ کو مضبوط بنایا

مگر ایک سال کے اندر میرا غم میرے ماں باپ کی جان لے گیا، میری اولاد کے ساتھ میں بھی یتیم ہو گئی، میں بالکل تمہاری طرح ہو گئی تھی، شکستہ حال، موت کی طلبگار، مگر مجھے جینا پڑا اپنی اولاد کے لیے" وہ رکیں اور سبرینہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے بولنے لگیں،

"اسی طرح تمہیں بھی جینا ہے، اپنی اولاد کے لیے، تمہارے ایکسیڈنٹ میں خدا نے معجزانہ طور پر تمہاری اولاد کو محفوظ رکھا ہے کیونکہ اس وجود کی زندگی کا فیصلہ نہ میں کر سکتی ہوں نہ تم، ہم کون ہوتے ہیں اس سے جینے کا حق چھیننے والے!" ان کا ایک ایک لفظ سبرینہ کے دل میں اتر رہا تھا۔

"تمہارے پاس اب دو راستے ہیں، ایک یہ کہ تم اپنے آپ کو مضبوط بناؤ، اپنے جینے کا سہارا خود بنو یا پھر تم اپنے شوہر سے رابطہ کرو اسے اپنی اولاد کے بارے میں بتاؤ کیا پتا اس کا دل۔۔۔"

"نہیں میں ایسا ہر گز نہیں کروں گی" ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے سبرینہ بول پڑی۔

"میں اُس شخص سے دوبارہ رابطہ نہیں کروں گی جس نے ایک بار پلٹ کر مجھے دیکھنا گوارا نہیں کیا، میں بھی اسے اُس کی اولاد سے بے خبر رکھوں گی" اس کا لہجہ سخت تھا۔

"میں جب جب اس شخص کا چہرہ دیکھوں گی میرا غم تازہ ہو جائے گا" اس کا لہجہ سخت مگر آواز رندھی ہوئی تھی۔

"تو پھر تمہیں اپنے آپ کو مضبوط بنانا ہو گا سبرینہ، ایک عورت کو تب تک سہارے کی ضرورت نہیں پڑتی جب تک وہ خود سہارے کی طلبگار نہ ہو" اُن کی بات پر سبرینہ نے ان کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور اس سلسلے میں تمہیں کسی بھی قسم کی کوئی مدد چاہیے ہو تو میں ہمیشہ تمہارے لیے موجود رہوں گی" وہ مسکرائیں مگر سبرینہ مسکرا نہ سکی کیونکہ اس کے مسکرانے کی مدت تو بہت پہلے ہی دم توڑ چکی تھی۔

"اب لے بھی آؤ نور، کیوں میرے پیٹ میں ناچتے چوہوں کی عید خراب کر رہی ہو" وہ باآواز بلند چلا رہا تھا۔

"آگئی، آگئی" نور کی آواز کچن سے لاؤنج تک آئی۔ اسی اثناء میں تاشفین ٹیبل پر آ بیٹھا۔

"تین گھنٹے سے نجانے ایسا کیا بنا رہی ہے! انتظار کر کر کے آدھا رہ گیا ہوں" وہ مبالغہ آرائی سے کام لیتا بولا، جس پر قریب بیٹھے تاشفین اور امو جان مسکرائے،

www.novelsclubb.com

"جب اتنا انتظار کر لیا ہے تو تھوڑا اور انتظار کر لو" تاشفین نے زاویار کو جواب دیا۔ اتنی دیر میں نور انہیں ٹیبل کے قریب آتی دکھائی دی۔

"شکر ہے نور تم آگئی ورنہ آج تمہارا بھائی شاید ہمیں نظر ہی نہ آتا"

"کیا مطلب؟" تاشفین کی بات پر نور نے نا سمجھی سے پوچھا،

"یہی کہ وہ اتنا انتظار کرتے کرتے پہلے ہی آدھا رہ چکا ہے، اگر تم اسے مزید انتظار کرواتی تو آج زاویار ہمیں نظر نہ آتا" تاشفین کی بات پر زاویار نے آنکھیں گھمائیں۔

"ویری فنی ڈاکٹر صاحب" وہ مصنوعی ہنسی ہنستا بولا جبکہ نور نے اپنے ہاتھوں میں پکڑی دو پلیٹس میں سے ایک اموجان کے سامنے رکھی اور دوسری تاشفین کے سامنے۔

"میرا کھانا کہاں ہے؟" دونوں پلیٹس میں موجود بریانی کی اشتہا انگیز خوشبو پر وہ بول اٹھا۔

"لا رہی ہوں، بس ایک منٹ" وہ بھاگتے ہوئے کچن کی جانب گئی۔ ٹھیک دو منٹ بعد وہ واپس ان کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے ایک پلیٹ زاویار کے سامنے رکھی جبکہ دوسری پلیٹ اپنے سامنے رکھتے کرسی پر بیٹھنے لگی۔ زاویار نے ایک نظر اُن تینوں کی پلیٹس کی جانب دیکھا اور پھر اپنی پلیٹ کی جانب! ان تینوں کی پلیٹ میں بریانی تھی جبکہ اُس کی پلیٹ میں سلاد کے پتوں کے اوپر رکھے چند کھیرے اور گاجریں تھیں۔

"یہ کیا ہے؟" زاویار منہ بناتا بولا،

"یہ عید سپیشل ڈش ہے، خاص تمہارے لیے" نور مسکراتے ہوئے بولی،

"یہ گھاس بھوس! تمہیں پتہ ہے نہ شیر گھاس نہیں کھاتے" زاویار کی بات پر نور کی مسکراہٹ گہری ہوئی،

"ہاں پتہ ہے! کہ شیر گھاس نہیں کھاتے بلکہ گدھے کھاتے ہیں، تبھی تو تمہیں لا کر دی ہے" اس کی بات پر تاشفین، امو جان سمیت وہ خود بھی ہنسنے لگی، اتنے میں

www.novelsclubb.com

تاشفین کا فون بجنے لگا۔وہ اپنا فون اٹھاتا ٹیبل سے کچھ قدم فاصلے پر جا کر اپنا فون سننے لگا،

"تم مجھے گدھا کہہ رہی ہو؟"زاویار پوچھنے لگا۔

"کافی سمجھدار ہو تم"نور نے تائیدی نظروں سے اسے دیکھتے کہا،

"دیکھ لیں اموجان ذرا عزت نہیں کرتی میری،خود سے پورے دو سال بڑے بھائی کو گدھا کہہ رہی ہے،وہ بھی سب کے سامنے"وہ بیچارگی کے تمام ریکارڈ توڑتا اموجان کو مخاطب کرتا بولا،

"نور بیٹا،بری بات ہے"اموجان کی بات پر نور غصے سے زاویار کو دیکھنے لگی،

"ہاں تو تم نے مجھے کتنی عیدی دی تھی!جتنی دی تھی اُس کے حساب سے یہی کھانا بنتا تھا"نور اپنا مدعا بیان کرتی بولی،

"تم مجھ سے بدلہ لے رہی ہو؟"

"ہاں بالکل !"نور نے فوراجواب دیا۔

"نور بیٹا، بھائی کو تنگ مت کرو"اموجان نور کو مخاطب کرتی بولیں،

"نہیں اموجان، آج یہ یہی کھائے گا، ویسے بھی پچھلے ہفتے یہ کہہ رہا تھا کہ اِسے ڈائٹ کرنی ہے، اپنا وزن کم کرنے کے لیے، کیوں زاوی؟"اس نے زاوی کو مخاطب کیا۔

"ہیں! یہ کب ہوا؟ میں نے ایسا کب کہا؟"

"نور بیٹا، شاباش بھائی کو کھانا لا کر دو"

"مگر اموجان۔۔۔"اموجان کے دوبارہ پکارنے پر وہ اٹھ کھڑی ہوئی، ایک نظر زاویار پر ڈالی جو اسے منہ چڑا رہا تھا۔وہ غصے سے اسے دیکھتی کچن کی جانب چل پڑی۔

صدیقی ہاؤس پر رات چھا چکی تھی، آسمان پر چاند پوری شان سے چمک رہا تھا جبکہ ستارے اس کے ساتھ ملتے زمین کے تاریک گوشوں کو منور کر رہے تھے۔ وہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھا گھڑی کی سوئیوں کو دیکھنے میں گم تھا۔ صبح سے شام اور شام سے رات ہونے والی تھی، آج کا دن اُسے بہت طویل لگا تھا، بہت طویل! اور وجہ وہ تھی!

وہ اس وقت سیاہ رنگ کے کرتا شلوار میں ملبوس تھا، بالوں کو جیل کی مدد سے نفاست سے سیٹ کر رکھا تھا۔ اس کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ اِس وقت بہت بے صبری اور بے چینی سے کسی کا منتظر ہے۔ ایک دم گیٹ کے کھلنے کی آواز پر وہ باہر آیا۔ سامنے نظر آتا منظر دیکھ کر اس کے لبوں پر تبسم بکھرا، وہ آگئی تھی!

اس نے آگے بڑھتے ہوئے گیٹ کی جانب قدم بڑھائے اور گیٹ سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا، سب سے پہلے حرم داخل ہوئی، جو اسے سلام کرتی لاؤنج کی جانب بڑھ گئی۔ اشعر وہیں کھڑا ان سب کا استقبال کرنے لگا کیونکہ شاید صرف وہی ان کا

www.novelsclubb.com

منتظر تھا۔ وشمہ اور صائمہ تائی کے علاوہ گھر پر ابھی کوئی نہ تھا۔ جلال تایا کسی ضروری کام سے باہر تھے جبکہ عماد کی کسی کو کوئی خبر نہ تھی۔ حرم کے بعد صالحہ بیگم داخل ہوئیں، آہستہ آہستہ سب داخل ہو چکے تھے، مگر وہ کہیں نہ تھی، اس کے مسکراتے لب سمٹنے لگے مگر ایک دم اس کی نظر گیٹ پر پڑی جہاں سے وہ ہاتھ میں ایک ڈبہ تھامے اسی جانب آ رہی تھی۔ اس نے وہی لباس پہن رکھا تھا جو اشعر نے اسے تحفے میں دیا تھا۔ گلابی اور سیاہ رنگ کی خوبصورت فراک کے ساتھ چوڑی دار پجامہ پہنے، دوپٹے کو خوبصورتی اور نفاست سے سر پر سجائے، چہرے پر ہلکا میک اپ کیے، جیولری کے نام پر کانوں میں سیاہ ٹاپس پہنے، وہ آج بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے سیاہ بالوں کی چند لٹیں اس کے چہرے پر جھول رہی تھیں، وہ آگے بڑھتی اس کے قریب آئی، جو مبہوت سا اسے دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں موجود چمک اور ان سے جھلکتے جذبات آبرو محسوس کر سکتی تھی جبکہ یہ نظارہ لاؤنج کے دروازے پر کھڑی کسی اور کی نظریں بھی دیکھ رہی تھیں، وہ صائمہ تائی تھیں

www.novelsclubb.com

جن کی آنکھوں میں یہ منظر دیکھتے ناگواری در آئی تھی۔آبرو نے اشعر کے قریب آتے اسے سلام کیا، جس پر وہ ہوش میں آیا، آبرو اس کے پاس سے گزرتی آگے بڑھ گئی اور صائمہ تائی کے قریب جانے لگی، ان کے قریب پہنچتے اسنے انہیں سلام کیا مگر صائمہ تائی نے اس کے سلام کا جواب دینا گوارا نہ کیا، آبرو خود ہی کچھ قدم آگے بڑھ گئی جب اس کی سماعت سے صائمہ تائی کی آواز ٹکرائی،

"جادو گرنی!" وہ خاموشی سے آگے بڑھتی لاؤنج میں آگئی، جبکہ یہ منظر لاؤنج میں موجود صالحہ بیگم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔انہیں معلوم تھا کہ صائمہ تائی آبرو سے کتنی نفرت کرتی ہیں مگر وہ مطمئن تھیں تو صرف اشعر کی وجہ سے کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اشعر آبرو کو چاہتا ہے۔صائمہ تائی ان کے قریب آکر بیٹھنے کی بجائے کچھ فاصلے پر کھڑی وشمہ سے باتیں کرنے لگیں، انہیں ابھی بیٹھے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ رابعہ پھپھو بھی آگئیں، رابعہ بیگم کے آتے وہ سب ان سے ملنے لگے، مہمل بہت خوشگوار طریقے سے ان سب بہنوں سے ملی تھی۔ جبکہ سب سے آخر میں

لاؤنج میں آفاق داخل ہوا، جس کے چہرے کے تاثرات یہ بتانے کے لیے کافی تھے کہ اسے یہاں زبردستی لایا گیا ہے۔رابعہ بیگم کے لاکھ کہنے کے باوجود بھی وہ اپنے تاثرات پر قابو نہ پاسکا۔اس نے آگے بڑھتے سب کو سلام کیا اور اشعر کے پاس چلا گیا، جو کچھ فاصلے پر کھڑا آبرو کو دیکھ رہا تھا، جو بے تاثر چہرہ لیے صوفے پر بیٹھی تھی، اشعر نے صائمہ تائی کا رویہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔صائمہ تائی رابعہ بیگم اور مہمل سے بہت خوشگوار طریقے سے ملی تھیں اور یہ بات وہاں موجود تمام لوگوں کے لیے بہت حیرت انگیز تھی۔ان کا مقصد صرف صالحہ بیگم اور آبرو کو نیچا دکھانا تھا۔کچھ دیر بعد وہ کھانے کے انتظامات کے لیے کچن کی جانب چلی گئیں، صالحہ بیگم کے بار بار کہنے پر آبرو صائمہ تائی کی مدد کے لیے کچن کی جانب چل پڑی، کچن کے قریب پہنچتے اس کی سماعت سے صائمہ تائی کی آواز ٹکرائی، جن کی زبان اِس وقت زہر اُگل رہی تھی۔

اس نے سامنے پڑا موبائل اٹھاتے،اس میں وقت دیکھا،دوپہر کے دو بج رہے تھے۔اس کے پاس صرف دو گھنٹے باقی تھے،موبائل واپس رکھتے وہ پلٹی،الماری کھولتے اس میں رکھے کپڑے نکال کر سوٹ کیس میں رکھنے لگی،اس کی کتھئی آنکھیں بوجھل تھیں،سر پر پٹی بندھی تھی،جبکہ بازو کی پٹی اب موجود نہ تھی۔اسے ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوئے دو ہفتے ہو چکے تھے۔ڈاکٹر عافیہ نے اس کی بہت مدد کی تھی،اسے زندگی جینے کی امید دی تھی۔سبرینہ نے ایک ہفتہ تو گھر پر محض ایک بے جان وجود کی طرح گزارا تھا۔اب آہستہ آہستہ اسکے تمام درد، تکلیفیں بیدار ہونے لگے تھے۔وہ اس گھر میں کسی صورت نہیں رہ سکتی تھی،اس گھر کے ہر ایک کونے میں یادیں تھیں،تکلیف دہ یادیں!

www.novelsclubb.com

وہ دو روز پہلے ہی اپنی جاب دوبارہ شروع کر چکی تھی۔اس نے اپنے کالج سے کچھ فاصلے پر ہی ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لیا تھا۔اس مہینے کا کرایا وہ پہلے ہی ادا کر چکی تھی۔اسے اپنا آپ ایک چلتی پھرتی لاش کی مانند محسوس ہوتا،وہ اپنے آپ کو ایک

پتھر جتنا سخت بنا لینا چاہتی تھی مگر چاہے وہ خود کو جتنا بھی مضبوط بنا لیتی پھر بھی ہر روز ایک وقت ایسا آتا جس میں وہ اپنا ضبط کھو بیٹھتی، آنسو بہاتے اپنا غم ہلکا کر لیتی۔اُس کے پاس اب کھونے کو کچھ باقی نہ تھا،وہ سب گنوا چکی تھی۔

اس نے آگے بڑھتے الماری میں موجود آخری سوٹ نکالتے اسے بیگ میں ڈالا،دوبارہ الماری پر نظر پڑتے اسے ایک فائل دکھائی دی،اس نے آگے بڑھتے وہ فائل کھولی،فائل کھولتے اس کی آنکھیں ساکت رہ گئیں،دل تڑپ اٹھا۔وہ اس کا اور فیضی کا نکاح نامہ تھا،وہ جتنا چاہے خود کو ان معاملات سے دور کرنے کی کوشش کرتی مگر ہر بار اس کے سامنے کوئی ایسی چیز آجاتی کہ وہ جسے دیکھتے وہ خود پر اختیا کھونے لگتی،ماضی کی تکلیف دہ یادیں اسے اذیت پہنچانے لگتیں،اس نکاح نامے کے ساتھ دو تصویریں بھی تھیں،وہ ان دونوں کے نکاح کی تصویریں تھیں۔وہ اپنے موبائل میں موجود اپنی اور فیضی کی تمام تصویریں پہلے ہی ڈیلیٹ کر چکی تھی،اِن تصویروں کو دیکھتے،وہ بہت سے احساسات کا شکار تھی،اس کے چہرے سے جھلکتے

تاثرات میں دکھ تھا،افسوس تھا، غصہ تھا۔ مگر فی الحال اُس کا غصہ اس کے باقی تمام احساسات پر حاوی ہو گیا، وہ دونوں تصویریں ہاتھ میں لیتی اٹھی،اس کا رخ کچن کی جانب تھا۔اس نے چولہے کے قریب پہنچتے آگ جلائی، وہ دونوں تصویریں آگ میں جھونک دینا چاہتی تھی تاکہ اس کی زندگی میں فیضی کے ساتھ بتایا گیا ہر پل اِسی طرح آگ کی نظر ہو جائے، وہ سب بھول جانا چاہتی تھی۔اس نے تصویریں پکڑتے آگ میں جھونکنا چاہیں مگر اس کے ہاتھ کانپنے لگے، دل کی دھڑکن غیر معمولی انداز میں بہت تیز ہونے لگی، وہ بے بس ہونے لگی تھی، بے بسی کی انتہا پر پہنچتے اس نے وہ تصویریں پوری شدت سے دور پھینکیں اور وہیں فرش پر بیٹھتی رونے لگی، وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ ہر بار کی طرح آج بھی اُسے چپ کروانے والا کوئی نہ تھا، وہ کافی دیر وہیں فرش پر بیٹھی روتی رہی، جب وہ رو رو کر تھک گئی تو خود کو گھسیٹتے اٹھی، چولہا بند کرتے واپس پلٹی، نظر دوبارہ ان تصویروں پر پڑی مگر انہیں نظر انداز کرتے آگے بڑھی، آنکھوں میں آنسو پھر سے جمع ہونے لگے، اسے اپنے

آپ کو مضبوط بنانا تھا، بہت مضبوط کہ اس پر کسی چیز کا کوئی اثر نہ ہو مگر ہر بار وہ کمزور پڑ جاتی، ماضی کے تلخ مناظر یاد آتے وہ اپنا ضبط کھو بیٹھتی۔ وہ دوبارہ اُنہیں لمحوں میں واپس جانا چاہتی تھی جب زندگی خوشگوار تھی۔ وہ واپس کمرے میں آتے اپنا سامان سمیٹنے لگی، مگر ایک بار پھر اسے سب یاد آنے لگا، وہ دوبارہ رونا نہیں چاہتی تھی، اس نے اپنی آنکھوں کو سختی سے مسلا کہ گویا کوئی آنسو بغاوت کرتا اسکے رخسار پر نہ آ گرے۔ اس کا اکثر دل چاہتا کہ کاش اُس کی زندگی ایک خواب ہو اور اسکی آنکھ کھل جائے اور وہ واپس اپنی زندگی کے خوبصورت دنوں میں چلی جائے مگر یہ اس کا خواب نہ تھا، یہ اس کی زندگی تھی، حقیقی زندگی! جو اسے ہر حال میں جینی تھی۔

www.novelsclubb.com

جا بجا دل کو لگانے سے کہاں بھولے گا

ہم کو وہ شخص بھلانے سے کہاں بھولے گا

ہاں، کئی روز سے وہ یاد نہیں آیا، مگر

وہ فقط یاد نہ آنے سے کہاں بھولے گا

"امی "اشعر صائمہ تائی کے پاس گیا جو کچن میں کھڑی ملازمہ کو ہدایات دے رہی تھیں،اشعر کی آواز پر وہ اسکی جانب متوجہ ہوئیں،

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے امی "اشعر کی بات سنتے وہ اس کے قریب آئیں،

"ہاں بولو "ان کا لہجہ سرسری تھا۔

www.novelsclubb.com

"امی آپ نے آبرو کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ "اشعر کے لہجے میں خفگی تھی،اسکی بات پر صائمہ تائی کے چہرے پر تمسخرانہ مسکراہٹ آئی۔

"واہ! تو اُس نے آتے ہی آگ لگا بھی دی "صائمہ تائی نخوت سے بولیں،

"امی آبرو نے مجھ سے کچھ نہیں کہا، میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے" اس بار اشعر کی آواز قدرِ بلند تھی، صائمہ تائی نے آس پاس نظر ڈالی، ملازمہ ان کی جانب متوجہ ہونے لگی تھی، وہ اشعر کو لیے کچھ فاصلے پر دروازے کے قریب جا کھڑی ہوئیں،

اشعر میری بات مانو، یہ لڑکی صحیح نہیں ہے، میں آج بھی تمہیں کہتی ہوں "کہ۔۔۔

"امی پلیز آپ ایسی ویسی کوئی بات مت کیجیے گا"

"اشعر میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، تمہیں نہیں پتا وہ کس قدر چالاک ہے، ابھی اُس نے اِس گھر میں قدم رکھا ہی ہے کہ ہم دونوں کے درمیان اختلافات پیدا ہونے لگے ہیں، اشعر تمہیں کون سا لڑکیوں کی کمی ہے، تم اسے چھوڑ دو، اسے طلاق دے دو، میں تمہارے لیے۔۔۔"

"بس امی!" اشعر ایک دم با آواز بلند بولا، جس پر صائمہ تائی خاموش ہو گئیں،

"امی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟"

" صحیح کہتی ہوں میں جادو گرنی ہے وہ، تم پر جادو کر دیتی ہے اور تمہیں سوائے اس کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا" صائمہ تائی غصے سے بولتی واپس ملازمہ کی طرف چلی گئیں جبکہ اشعر کی نظر خود سے کچھ فاصلے پر کھڑی آبرو پر پڑی، جس کے چہرے کے تاثرات سے واضح تھا کہ وہ صائمہ تائی اور اشعر کے مابین ہونے والی ساری گفتگو سن چکی ہے۔اشعر اس کے قریب گیا،

"آبرو میری بات سنو" آبرو جو جانے کے لیے قدم بڑھانے ہی لگی تھی،اس کی بات سنتے رک گئی،

"بس ایک بار میری بات سن لو" اشعر کے لہجے میں التجا تھی، آبرو نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ دونوں چلتے ہوئے باہر لان میں آ گئے،لان میں پہنچتے اشعر اپنا رخ آبرو کی جانب کیے کھڑا ہوا اور اس کے چہرے کی جانب دیکھنے لگا،اس کے چہرے پر چھائے تاثرات سپاٹ تھے،ہر جذبے سے عاری!

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آبرو تم امی کو غلط مت سمجھنا وہ بس۔۔۔"

"آپ اپنی امی کی بات مان کیوں نہیں لیتے؟"اشعر کی بات مکمل ہونے سے پہلے آبرو بولی،

"کون سی بات؟"اشعر کے سوال پر آبرو نے نظریں اٹھاتے اس کے چہرے کی جانب دیکھا،

"یہی کہ آپ مجھے چھوڑ دیں"

"آبرو تم تو ایسی باتیں مت کرو، تمہیں تو امی کی عادت کا پتہ ہے، وہ صرف زبان کی تیز ہیں ورنہ دل کی تو وہ بہت اچھی ہیں"اشعر کی بات پر آبرو خاموش ہو گئی، وہ جانتی تھی کہ صائمہ تائی دل کی کتنی اچھی ہیں!

"اگر تمہیں امی کی کوئی بھی بات بری لگی ہے تو میں تم سے معذرت کرتا ہوں"وہ آبرو کو خاموش دیکھتا بولا، جس پر آبرو نے دوبارہ اس کی جانب دیکھا،

"آپ کو معذرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اشعر، صائمہ تائی بالکل صحیح کہہ رہی ہیں، میں آپ کے قابل نہیں ہوں، آپ مجھ سے بہت بہتر لڑکی ڈیزرو کرتے ہیں" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولتی مڑی کہ اشعر نے اس کا ہاتھ تھام لیا،

"میرا ہاتھ چھوڑیں اشعر" آبرو کا لہجہ سخت تھا،

"مگر آبرو میری بات تو سنو۔۔۔"

"اشعر!" آبرو کے دوبارہ کہنے پر اشعر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا،

"یہ ہاتھ آپ اُس دن تھامیے گا، جس دن آپ اپنے گھر والوں کی نظر میں میری عزت بنانے میں کامیاب ہو جائیں" وہ یہ کہتے ایک لمحہ وہاں نہیں رکی جبکہ پیچھے کھڑا اشعر تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

اس نے آخری روٹی بناتے اسے رومال میں لپیٹا اور واپس چولہے کی جانب پلٹتے ہنڈیا کا ڈھکن اٹھایا اور اندر موجود سالن کا جائزہ لینے لگی۔ سالن پک چکا تھا، اس نے اس کے نیچے جلتی آگ بند کی اور اپنے دوپٹے سے اپنا پسینہ پونچھتے، کچن سے باہر نکلی۔ کمرے میں پہنچتے اسے اپنے فون کی آواز سنائی دی، اس نے آگے بڑھتے بیڈ پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا، جس پر حبیبہ لکھا جگمگا رہا تھا، وہ کال اٹینڈ کرتے بیڈ پر بیٹھ گئی، کچھ لمحے وہ فون کان سے لگائے دوسری جانب سے آتی آواز سنتی رہی، پھر اس کے جواب میں بولنے لگی،

"میں نے میڈم کو بتا یا دیا تھا کہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اس لیے میں نے نہیں آسکوں گی" وہ دوبارہ خاموش ہوتے دوسری جانب سے کہی جانے والی باتیں سننے لگی، کچھ لمحے بعد اس نے فون کاٹ دیا۔ اس کی کتھئی آنکھیں آج بھی اتنی ہی ویران تھیں۔ آٹھ سال گزرنے کو تھے مگر اس کا غم آج بھی اتنا ہی تازہ تھا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کے اعصاب تکان کا شکار ہو رہے تھے۔ وہ ذہنی مریض

بنتی جا رہی تھی۔ خدا نے اسے ایک بیٹے سے نوازا تھا جو کہ دو دن پہلے ہی سات برس کا ہوا تھا، اس کے جینے کی واحد وجہ وہ ننھا وجود تھا۔ جس کے اس دنیا میں آنے سے اُس کے دل میں دوبارہ جینے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں ہوئے تمام حادثات بھلا دینا چاہتی تھی، وہ دوبارہ کبھی اپنے گزرے ماضی کے بارے میں نہیں سوچنا چاہتی تھی مگر کیا انسان کبھی اپنی سوچوں پر خود پہرا ڈال سکتا ہے!

ان آٹھ سالوں میں زندگی نے اسے اپنے ہر تاریک پہلو سے روشناس کروایا تھا۔ اس کی سوچوں کا تسلسل دروازے پر ہوتی دستک کی آواز نے توڑا، وہ فوراً تیزی سے دروازے کی جانب بھاگی اسے معلوم تھا کہ آنے والا کون ہے!

www.novelsclubb.com

اس نے دروازہ کھولا، سامنے سات سال کا ایک ننھا بچہ کھڑا تھا۔ سکول یونیفارم پہنے، کندھوں پر بیگ ڈالے، پاؤں میں شوز پہنے، وہ بہت تھکا ہوا نظر آرہا تھا۔ اس نے داخل ہوتے سلام کیا، جس پر سبرینہ نے جواب دیتے اسے اپنے ساتھ لگاتے اس کا ماتھا چوما، اس نے بھی سبرینہ کے گال چومے، اس کی بھُوری آنکھیں سبرینہ

کو معمول سے زیادہ بوجھل محسوس ہوئیں مگر وہ اُسے تھکاوٹ کا نتیجہ سمجھتے، نظر انداز کر گئی۔ وہ دونوں ساتھ اندر داخل ہوئے اور کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں زمین پر دستر خوان بچھائے بیٹھے تھے۔ سبرینہ اپنے ہاتھ سے نوالے بنا کر اپنے ننھے بیٹے کو کھلا رہی تھی، جو خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا۔ سبرینہ کو اس کی خاموشی اب چبھنے لگی، کھانا ختم کرتے اس نے برتن ایک سائیڈ پر کیے،

"تاشفین بیٹا" اس نے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا، جس پر ننھے تاشفین نے اپنی بھوری آنکھیں اٹھاتے سبرینہ کی جانب دیکھا،

"جی امی"

"کیا ہوا ہے میرے بچے کو؟" سبرینہ کے سوال پر تاشفین نے نظریں چرائیں،

"کچھ نہیں ہوا امی"

www.novelsclubb.com

"پھر ایسی کیا بات ہے، جو میرا بیٹا اتنا پریشان نظر آرہا ہے" وہ اسے مزید اپنے قریب کرتی بولی، وہ کچھ دیر خاموش رہا مگر پھر سبرینہ کی طرف دیکھتا بولنے لگا،

"امی آپ نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا تھا؟" سبرینہ کو دھچکا لگا، وہ کس جھوٹ کی بات کر رہا تھا!

"کون۔۔ کون سا جھوٹ؟" سبرینہ کی آواز نا چاہتے ہوئے بھی لڑکھڑا گئی۔

"یہی کہ اللہ تعالی چھوٹے بچوں کی دعائیں ضرور سنتے ہیں" سبرینہ کی ساری پریشانی ایک دم ہوا ہوئی،

میں نے جھوٹ نہیں بولا بیٹا، اللہ تعالی واقعی چھوٹے بچوں کی دعائیں ضرور سنتے ہیں"

"مگر وہ میری دعا کیوں نہیں سن رہے؟" اس کی ننھی پیشانی پر بل نمودار ہوئے،

"کون سی دعا؟"

"یہی کہ۔۔۔۔" وہ رک گیا۔

"میں ابھی آیا" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگتے ہوئے کچھ فاصلے پر رکھے اپنے بیگ کی جانب گیا اور اس میں سے ایک کارڈ نکالتا سبرینہ کے قریب آیا،

"یہی کہ اللہ تعالی میرے بابا کو واپس بھیج دیں مگر۔۔۔" سبرینہ کا دل کرچی کرچی ہونے لگا،

"مگر اللہ تعالی میری یہ دعا نہیں سن رہے" سبرینہ کے پاس الفاظ نہ تھے جس سے وہ اپنے بیٹے کو دلاسہ دیتی،

"آج ٹیچر نے فادرز ڈے پر سب بچوں سے کارڈ بنوائے اور کہا کہ گھر جا کر سب اپنے بابا کو یہ کارڈ دیں گے مگر امی، میں یہ کارڈ کسے دوں گا؟" سبرینہ کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا، وہ اپنی زندگی کی محرومیاں تو بھلا سکتی تھی مگر اس کی اولاد! وہ اس کی محرومیوں کو کیسے فراموش کر سکتی تھی!

"آپ اللہ تعالی کو بولیں نہ کہ وہ بابا کو واپس بھیج دیں" وہ روہانسا ہونے لگا۔ سبرینہ کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے، اس نے آگے بڑھتے تاشفین کو اپنے گلے لگالیا،

"امی آپ اللہ تعالی سے دعا کریں گی نہ؟" تاشفین کے سوال پر سبرینہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ اپنی اولاد کی زندگی میں باپ کی کمی کبھی پوری نہیں کر سکتی تھی! کبھی نہیں! اور اس بات کا اندازہ اسے آج بخوبی ہو گیا تھا۔

"آپ دعا کریں گی نہ امی؟" تاشفین اس سے الگ ہوتا دوبارہ بولا، جس پر سبرینہ نے ناچاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلایا،

"آپ بہت اچھی ہیں امی" وہ مسکراتا ہوا بولا، اس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا تھا۔ سبرینہ اسے کیا بتاتی کہ اس کا باپ زندہ ہے مگر وہ اُس کے وجود سے بے خبر ہے اور اُسے اس سے بے خبر رکھنے والی کوئی اور نہیں بلکہ اُس کی اپنی ماں ہے!

کھانے سے فارغ ہوتے وہ سب اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔صائمہ تائی رابعہ بیگم سے محو گفتگو تھیں۔

"رابعہ تم نے مہمل کے بارے میں کچھ سوچا؟"انہوں نے رابعہ بیگم کو مخاطب کیا،

"نہیں بھابھی ابھی تک تو کچھ نہیں سوچا"رابعہ بیگم نے مہمل کی جانب دیکھتے جواب دیا۔

"کیوں بھئی، کس چیز کا انتظار ہے؟"صائمہ تائی نے مہمل کی جانب دیکھتے پوچھا،جو اصباح کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"بھابھی ابھی اِسی سال مہمل کی تعلیم مکمل ہوئی میں تو چاہتی تھی کہ اب اس کا کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر شادی کر دوں مگر یہ ابھی جاب کرنا چاہتی ہے"رابعہ بیگم نے صائمہ تائی کو جواب دیا۔

"اِس کو کیا ضرورت ہے جاب کی! میں تو کہتی ہوں اب اس کا کوئی اچھا سا رشتہ دیکھو اور اِس کے فرض سے فارغ ہو جاؤ" صائمہ تائی نے رابعہ بیگم کو مشورہ دیا، اُن کی بات پر سب ان کی جانب سے دیکھنے لگے،

"اور ویسے بھی جاب کرنے والی لڑکیوں کو کچھ خاص اچھا سمجھا نہیں جاتا" اُن کا اشارہ کس جانب تھا، وہاں بیٹھے تمام نفوس جانتے تھے۔

"میں تو خود لڑکیوں کی جاب کرنے کے حق میں نہیں ہوں، جاب کے بہانے باہر کیا کرتی پھرتی ہیں کوئی نہیں جانتا" ان کی زبان زہر اُگل رہی تھی۔ جاب کرنے والی لڑکیوں کے بارے میں یہ سوچ صرف صائمہ تائی کی نہیں بلکہ ہمارے معاشرے میں 70 فیصد لوگ اسی سوچ کے مالک ہیں۔ ہمارے معاشرے میں جاب کرنے والی عورت کو بہت برا جانا جاتا ہے۔ لوگ آفیسز، سٹورز اور مختلف جگہ پر کام کرنے والی عورتوں کو بہت بری نگاہ سے دیکھتے ہیں جبکہ کوئی یہ بات جاننا ہی نہیں چاہتا کہ آخر وہ عورت اپنا آرام و سکون چھوڑ کر گھر سے کیوں نکلی ہے؟ اسے

کیسے حالات کا سامنا ہے جن پر مجبور ہو کر وہ گھر سے نکلی ہے ؟ اسے ایسی کیا مجبوریاں درپیش ہیں کہ وہ ایک مرد کی طرح باہر نکل کر کمانے پر مجبور ہے۔ کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ

ان میں سے کوئی بیوہ ہے، جسے اپنی اولاد کو پالنا ہے !

کوئی بیٹی ہے جس کے سر پر نہ باپ کا سایہ ہے نہ بھائی کا سہارا اور اسے اپنا گھر چلانا ہے !

کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ کوئی عورت کس حد تک مجبور ہو کر اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے، پھر چاہے وہ ایک سٹور میں کام کرنے والی عورت ہو یا چاہے ایک ڈاکٹر !

ہمارے معاشرے میں عورتوں کی تعلیم کو آج بھی بہت معیوب جانا جاتا ہے اگر تعلیم کی اجازت دے بھی دی جائے تو اس کو جاب کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی، پاکستان میں ڈاکٹر کی ڈگری لینے کے بعد 80 فیصد لڑکیاں جاب نہیں کر پاتیں اور اس پر انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک گورنمنٹ کی میرٹ سیٹ ضائع کر

چکی ہیں جبکہ کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ جاب کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ان کے پاس نہیں ہوتا بلکہ ان سے منسلک لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔

اگر ہمارے معاشرے میں کوئی عورت نوکری نہ کرے!

کوئی عورت ڈاکٹر نہ ہو تو کیا ہمارے معاشرے کے مرد اپنی بیویوں، بہنوں، بیٹیوں کو مرد ڈاکٹرز کے پاس لے جانا پسند کریں گے؟

اگر بینک کے اندر کام کرنے والی کوئی فیمیل ورکر نہ ہو تو کیا ایک عورت بینک سے منسلک معاملات باآسانی دیکھ پائے گی؟

کیا اگر ایک عورت نوکری کرتے ہوئے استاد کے درجے پر فائز نہ ہو تو کیا ہمارے گھروں کی بچیاں اپنی بنیادی تعلیم بھی مردوں سے حاصل کریں گی؟

ایک نوکری کرنے والی عورت کس حد تک مجبور اور لاچار ہے، یہ جاننے کے باوجود بھی ہم اس کو آسانی فراہم کرنے کی بجائے اس کے لیے مشکلات پیدا کرتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہیں! طرح طرح کے جملے، طرح طرح کی نظریں, طرح طرح کی باتیں کرتے ان کی عزتِ نفس کو کچل ڈالتے ہیں۔

"آزادی کے نام پر وہ باہر کیا کیا کرتی ہیں، کس کس سے ملتی ہیں کوئی نہیں جانتا، بلکہ۔۔۔۔" صائمہ تائی آبرو کی جانب دیکھتے بول رہی تھیں، جو خاموش، بے تاثر چہرہ لیے صوفے پر بیٹھی تھی۔

تائی جان ہر کوئی شوق سے جاب نہیں کرتا،انسان کو مجبوریاں پیش آجاتی ہیں اور ویسے بھی میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ ہر لڑکی کو جاب کرنی چاہیے"اس سے پہلے کہ صائمہ تائی کچھ اور بولتیں، رُتبہ بول پڑی،

"رُتبہ!" صالحہ بیگم نے آنکھوں کے اشارے سے اسے مزید بولنے سے باز رکھا۔صائمہ تائی نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ رابعہ پھپھو بولنے لگیں،

"بھابی رُتبہ صحیح کہہ رہی ہے، میں تو خود یہ سمجھتی ہوں کہ ہر لڑکی کو تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ دیر جاب ضرور کرنی چاہیے تاکہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھ سکے، کیونکہ اگر زندگی میں خدانخواستہ اسے کبھی کوئی مشکل پیش آجائے تو اسے کسی کے سہارے کی ضرورت نہ پڑے" رابعہ بیگم کی بات پر صائمہ تائی کے پاس بولنے کو کچھ نہ بچا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھیں اور وہاں سے چلی گئیں۔

رات کافی گہری ہو چکی تھی، وہ کام سے فارغ ہوتے، سارے برتن سمیٹ کر ایک جانب رکھتے، اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔ کمرے میں داخل ہوتے اس نے بیڈ کی جانب دیکھا، سامنے کا منظر دیکھتے اس کے لب بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھلے، وہ آگے بڑھتے بیڈ کے قریب گئی، جہاں ننھا تاشفین چاروں طرف بکھری کتابوں کے درمیان سو چکا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر جھٹکا۔ کتابیں سمیٹ کر ایک جانب رکھتے، اسنے تاشفین کو سیدھا کرتے تکیے پر لٹایا اور خود اس کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

قریب آکر لیٹ گئی۔ جگہ تبدیل ہونے پر تاشفین کسمسایا، جس پر سبرینہ مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر بکھرے بال سمیٹنے لگی، پاس پڑی چادر تاشفین اور اپنے اوپر اوڑھاتے، وہ خود بھی سونے کے لیے لیٹ گئی اور اپنا رخ تاشفین کی جانب کر لیا۔ تاشفین نے سارے نقوش یہاں تک کہ آنکھیں بھی فیضی سے چرائی تھیں، وہ بلاشبہ فیضی کی کاپی تھا۔ اس کی پیدائش پر ہی سبرینہ کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ فیضی کا وجود وہ کبھی اپنی زندگی سے نہیں مٹا سکتی!

یہ ننھا وجود اس کے جینے کی وجہ تھا۔ وہ ایک بہت تحمل مزاج اور سلجھا ہوا بچہ تھا۔ اس نے کبھی سبرینہ کو کسی معاملے میں بھی تنگ نہیں کیا تھا سوائے ایک بار کے جب اس کے بار بار اپنے باپ کے بارے میں استفسار کرنے پر سبرینہ نے اسے سختی سے ڈانٹتے خود سے دور کیا تھا۔ تب وہ کافی دن سبرینہ سے خفا رہا تھا۔ اس کے بار بار پوچھنے پر سبرینہ نے اسے یہ جواب دیا تھا کہ "اس کا باپ اس دنیا میں نہیں"۔ آج وہ بہت افسردہ تھی، اسے حقیقی معنوں میں یہ احساس ہوا تھا کہ وہ چاہے جو مرضی کر

www.novelsclubb.com

لے مگر وہ اپنی اولاد کی زندگی میں باپ کی کمی چاہ کر بھی پوری نہیں کر سکتی۔اس کی اولاد اپنے باپ کے زندہ ہوتے ہوئے بھی یتیمی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھی۔ سبرینہ گھر شفٹ کرتے جب اس گھر میں آئی تھی، تو اسے یہاں کے ماحول میں ایڈجسٹ ہونے میں بہت وقت لگا تھا۔یہاں آکر ہر اک کے سوالات سے تنگ آکر اس نے ایک جھوٹ بولا تھا کہ اس کا شوہر ملک سے باہر ہے، اور اس جھوٹ کی وجہ اس کی اولاد تھی، جس کو وہ دنیا میں آنے سے پہلے سوالیہ نشان نہیں بنانا چاہتی تھی۔

تاشفین کی پیدائش کے بعد اس کی زندگی اسے کچھ حد تک آسان لگنے لگی تھی مگر گزرتے وقت کے ساتھ اس کی ہر خوش فہمی ختم ہوتی گئی۔ایک سال، دو سال، حتی کے تاشفین کی پیدائش پر بھی جب اس کا شوہر واپس نہ آیا تو محلے والے طرح طرح کی باتیں بنانے لگے، طرح طرح کے سوال اٹھانے لگے، جن کا حل سبرینہ نے ایک دن سوچ لیا اور وہ حل یہ تھا کہ وہ سب کو بتا چکی تھی کہ اس کا شوہر بیرون ملک

www.novelsclubb.com

ہی وفات پا گیا ہے۔ ایک سچ کو چھپانے کے لیے اس نے ایک جھوٹ بولا تھا اور اب اس ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے وہ بہت سے جھوٹ بول رہی تھی۔ اکیلی عورت کا وجود ہمارے معاشرے میں کس نظر سے دیکھا جاتا ہے، ہم بخوبی جانتے ہیں اور جب یہ بھی علم ہو کہ اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں، تب معاملات مزید پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔

تاشفین اب آہستہ آہستہ بڑا ہو رہا تھا، اس کے سوالات پہلے سے زیادہ مشکل اور تکلیف دہ ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی اکثر سوالوں کے جواب سبرینہ دینے سے قاصر رہتی، اس نے ایک بار سبرینہ سے اپنے باپ کی تصویر مانگی تھی، جس پر سبرینہ نے اس کو ٹالنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی، مگر اسکے مسلسل اصرار پر اس نے اپنی اور فیضی کی ایک تصویر اس دی تھی، مگر اسکے ردِ عمل نے سبرینہ کو حیرت و پریشانی میں ڈال دیا تھا، تاشفین نے دو ماہ تک اس تصویر کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا تھا۔ رات کو سوتے وقت بھی وہ اس تصویر کو سینے سے لگائے رکھتا کیونکہ اس تصویر

میں اس کا باپ تھا، جو بلا شبہ اسے بہت عزیز تھا۔اسے کیا معلوم کہ اس کا یہی باپ اس کی زندگی کی تمام تلخیوں کا سبب تھا!

راتوں کو چھپ چھپ کر رونا اب سبرینہ کی عادت بن چکی تھی، پورا دن وہ اپنے آپ پر ایک خول چڑھائے رکھتی، دنیا کے سامنے وہ ایک مضبوط ماں تھی جو اکیلی اپنی اولاد کی پرورش کر رہی تھی، مگر ہر رات وہ اپنا ضبط کھو بیٹھتی، اسے آج بھی وہ سارے منظر یاد تھے جب اس نے اپنی زندگی میں سب گنوا دیا تھا۔اس کا پچھتاوا اسے سکون نہیں لینے دیتا تھا، وہ اکثر خود سے یہ سوال کرتی کہ کیا ایک غلطی کی سزا اتنی بڑی بھی ہو سکتی ہے مگر ہر بار اُس کا دل یہ گواہی دیتا کہ اس سے غلطی نہیں گناہ ہوا تھا، اور گناہوں کی سزائیں بہت طویل ہوا کرتی ہیں۔

www.novelsclubb.com

تم نے پوچھا ہے تو تم کو بتا دیتے ہیں

جو ہم پہ گزری ہے تم کو سنا دیتے ہیں

تیرے بعد خود پر بھی اعتبار نہیں

لفظ لکھتے ہیں مٹا دیتے ہیں

آنسو آنکھوں میں لیے ہنس لیں

تو لگتا ہے خود کو سزا دیتے ہیں

اور تیرے ساتھ گزارے تھے جو پل

یاد آتے ہیں تو رولا دیتے ہیں

وہ گلاب کا پھول ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی، گلاب کی سرخ پتیاں اُس کی انگلیوں سے نکلتے خون کو جذب کررہی تھیں، اس کا دل خوف کے مارے کانپ رہا تھا، آنکھوں میں آنسو جمع ہو چکے تھے مگر اُس نے ہر ممکن کوشش کرتے خود کو رونے سے باز رکھا تھا۔ اُن آنسوؤں کی وجہ اسکا زخمی ہاتھ نہ تھا، بلکہ وہ خوف تھا جو اُس کے دل میں سرایت کر چکا تھا۔ وہ بچپن سے پھولوں کی دیوانی تھی، ابھی کچھ دیر پہلے بھی وہ کھانے سے فارغ ہوتے باہر لان میں لگے پھولوں کی جانب گئی تھی، اُس نے گلاب کا پھول توڑتے ابھی پکڑا ہی تھا کہ اچانک۔۔۔۔۔۔۔!

تیزی سے بھاگنے کی کوشش میں گلاب کے پھول کے ساتھ لگے کانٹے، اس کی انگلیوں کو زخمی کر گئے تھے۔

"اِصباح، اِصباح اِدھر آؤ" اسے ان سوچوں سے صائمہ تائی کی آواز نے نکالا، جو کچن کے دروازے پر کھڑی اسے آواز دے رہی تھیں، وہ ہوش میں آتی تیزی سے ان

www.novelsclubb.com

کی جانب گئی، پھول اسکے ہاتھوں سے پھسلتا زمین پر گر گیا۔اسے اپنے قریب آتا دیکھ کر صائمہ تائی نے پاس پڑی چائے کی ٹرے اٹھاتے اصباح کو پکڑائی۔

"یہ چائے باہر دے آؤ" ان کی بات پر اِصباح نے ان کی جانب دیکھا،

"م۔۔۔میں ؟" اِصباح کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی لڑکھڑا گیا،

"ظاہر ہے ٹرے تمہیں پکڑائی ہے تو تمہیں ہی کہوں گی نہ" وہ بیزاری سے بولتی چلی گئیں، جبکہ اِصباح کے لیے ایک اور امتحان کھڑا تھا۔اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ شروع ہو چکی تھی،اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ٹرے کو مضبوطی سے تھاما اور قدم اٹھاتی باہر کی جانب چل پڑی۔اسے دور سے ہی وہ تینوں بیٹھے دکھائی دیے،اس کے قدم اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے مگر وہ مجبوراً قدم اٹھاتی ان کی جانب بڑھنے لگی،سامنے اشعر اور عماد کے ساتھ بیٹھے آفاق کی نظر اِصباح پر پڑی، چہرے کے تاثرات سپاٹ ہوئے،کچھ دیر پہلے کا منظر ذہن کے پردے پر لہرایا!

جب وہ کال سننے کے لیے لان کی طرف آرہا تھا تو اِصباح اس سے ٹکراتے بچی تھی، وہ آنسوؤں سے لبریز آنکھیں لیے، ایک ہاتھ میں گلاب کا پھول پکڑے، دوسرے ہاتھ سے مضبوطی سے اپنا دوپٹہ تھامے بھاگتی ہوئی اسی جانب آرہی تھی، وہ تیزی سے اس کے پاس سے گزرتی آگے بڑھ گئی، وہ بہت خوفزدہ لگ رہی تھی۔ آفاق کچھ قدم آگے چلتا لان میں گیا، جہاں اُسے عماد کھڑا دکھائی دیا۔ وہ اُس وقت تو کچھ سمجھ نہ سکا تھا مگر سامنے کا منظر دیکھتے اُسے سب سمجھ آنے لگا تھا۔ اِصباح کے کانپتے ہاتھ اور عماد کے چہرے پر سجی لوفرانہ مسکراہٹ اور آنکھوں میں موجود چمک اُسے بہت کچھ سمجھانے کے لیے کافی تھی۔ اس کے ماتھے پر بل نمودار ہونے لگے۔ اِصباح قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی، ٹرے ٹیبل پر رکھتے اس نے ایک کپ اٹھایا، اس کے ہاتھ مسلسل کانپ رہے تھے۔ آفاق کا دل چاہا کہ وہ اسے کہے کہ وہ فوراً یہاں سے چلی جائے، وہ حیران تھا کہ اگر معاملہ وہی ہے جو وہ سمجھ رہا ہے تو اِصباح دوبارہ یہاں کیوں آئی تھی!

اِصباح نے چائے کا ایک کپ اٹھایا اور اسے پِرچ میں رکھتے آفاق کی جانب بڑھانے لگی، مسلسل عماد کی نظریں اسے بہت خوفزدہ کر رہی تھیں، ہاتھوں کی مسلسل کپکپاہٹ، دل کا خوف کے مارے تیزی سے دھڑکنا، وہ ان سب پر قابو نہ پاسکی اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ہاتھ میں موجود چائے کا کپ جو وہ آفاق کی جانب لے جارہی تھی، اس کے ہاتھوں سے پھسلتے زمین بوس ہو گیا جبکہ اس میں موجود چائے اِصباح کے قمیض کے دامن اور آفاق کے کپڑوں کو داغدار کر گئی۔ چائے کے کچھ چھینٹے اِصباح کے پاؤں پر پڑے، گرم چائے کی حِدت محسوس کرتے وہ تیزی سے پیچھے ہٹی، آفاق اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا،

"جب چائے سَرو کرنی نہیں آتی تو کیوں آئی تھی یہاں! ملازمہ کو بھیج دیتی" وہ غصے میں نجانے کیا کیا بول گیا۔

"کام ڈاؤن آفاق" اشعر بولتا ہوا ان کے قریب آیا، آفاق کی بات پر اِصباح نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا، آفاق جو مزید کچھ بولنے کے لیے لب

کھول رہا تھا،اس کی سرخ آنکھیں اسے خاموش کروا گئیں۔اِصباح ایک ہاتھ سے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کرتی، واپس لاؤنج کی جانب بھاگ گئی جبکہ کسی کی نظریں دور تک اس کا پیچھا کرتی رہیں۔

وہ شکستہ قدموں سے چلتی ہوئی گیٹ کے قریب آئی اور چابی گھماتے تالا کھولا، اندر داخل ہوتے وہ کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کندھے پر لٹکا پرس بیڈ پر رکھتے، وہ بوجھل ہوتی طبیعت کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی۔اس کی آنکھیں ویران تھیں، بہت ویران! چہرے پر پریشانی کے تاثرات واضح تھے۔اسے آج جاب سے نکال دیا گیا تھا، وہ پچھلے تین ماہ سے دماغی طور پر اپنے آپ کو بہت کمزور محسوس کر رہی تھی۔ چیزیں، حالات، معاملات وہ سب بھولتی جا رہی تھی، جس کی وجہ تاشفین کی بیماری تھی!

تاشفین کو چند ماہ پہلے شدید بخار ہوا تھا، ڈاکٹرز اس کی بیماری سمجھنے سے قاصر تھے، کچھ عرصے بعد اس کی طبیعت سنبھل گئی تھی، مگر اس کے بعد ہر ماہ چند دن اُس کی طبیعت شدید خراب رہتی، وہ ہر بار موت کے منہ سے واپس آتا۔ وہ اسے اچھے ہاسپٹل لے جا کر اُس کا علاج کروانا چاہتی تھی مگر اس کے مالی حالات اسے اِس چیز کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ذہنی آزمائش اور پریشانی کی وجہ سے وہ سکول میں دماغی طور پر غیر حاضر رہتی، جس کا نتیجہ آج نکلا تھا، اسے جاب سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ اس کے پاس پیسے بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ پچھلے دو ماہ کی تمام سیلری وہ تاشفین کے علاج پر خرچ کر چکی تھی مگر اُس کی طبیعت میں کوئی خاص افاقہ نہ تھا۔ وہ شدید اُلجھن میں گھر چکی تھی۔ وہ اپنی اولاد کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی، ماضی کے تکلیف دہ شکنجوں سے اُسے ڈاکٹر کی آواز نے نکالا، وہ ہاسپٹل کی اُسی راہداری میں بیٹھی تھی، تاشفین کو ڈاکٹرز اندر لے جا چکے تھے جبکہ وہ باہر بیٹھی اپنی

زندگی کے پچھلے تمام تکلیف دہ باب دہرا چکی تھی۔ڈاکٹر کی آواز پر وہ تیزی سے ان کی جانب بڑھی،

"ڈاکٹر۔۔۔ڈاکٹر میرا بیٹا۔۔۔"

"دیکھیں ہم آپ کو پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ آپ پہلے بل ادا کیجیے۔۔۔"

"ڈاکٹر آپ۔۔۔آپ پلیز اس کا علاج شروع کر دیں، میں۔۔۔۔میں پیسوں کا انتظام کرتی ہوں" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی،

"آپ میری بات سمجھنے کو تیار کیوں نہیں ہیں! آپ کے بیٹے کا علاج تب تک شروع نہیں کیا جائے گا، جب تک آپ بل نہ ادا کر دیں" مسیحائی کے رتبے پر فائز وہ انسان کیسے تلخ جملے بول رہا تھا! مرتے ہوئے انسان کی جان سے زیادہ اہم اُن کے لیے ہاسپٹل کا بل تھا!

وہ ڈاکٹر سبرینہ کو خبر دیتا اندر جا چکا تھا، جبکہ باہر سبرینہ واپس اس کرسی پر بیٹھتے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرائے، زار و قطار رونے لگی۔ وہ کیا کرے؟ کہاں جائے؟ کس سے اپنے بیٹے کی جان کی بھیک مانگے؟ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ بے بسی کا یہ احساس اسے اپنی زندگی میں دوسری بار ہوا تھا۔

"سبرینہ" اس کی سماعتوں سے آواز ٹکرائی مگر وہ اپنے حواسوں میں ہی کہاں تھی کہ وہ آواز صحیح طرح سن پاتی، لیکن اچانک اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا، اس نے اپنا چہرہ اٹھاتے سامنے دیکھا، اس کی سرخ آنکھیں سامنے کھڑی عورت کی مہربان اور شفیق آنکھوں سے ٹکرائیں،

www.novelsclubb.com

"سبرینہ بیٹا، تم یہاں؟" وہ انہیں پہچانتی تھی، ہاں وہ انہیں جانتی تھی، وہ ڈاکٹر عافیہ تھیں!

لاہور کی سڑکوں پر دوڑتی وہ گاڑی "ڈسٹرکٹ کورٹ لاہور" کے سامنے جا رکی۔ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے وجود نے ایک نظر سامنے موجود داخلی دروازے پر ڈالی اور پھر گاڑی پارکنگ ایریا کی جانب لے گیا۔گاڑی پارک کرتے وہ گاڑی سے اترا۔گہرے نیلے رنگ کی پینٹ کے ساتھ ہلکے نیلے رنگ کی شرٹ پہنے، بالوں کو نفاست سے سیٹ کیے،ایک ہاتھ میں موبائل تھامے وہ داخلی دروازے کی جانب چل پڑا۔وہ مسلسل کسی کو فون ملا رہا تھا،مگر شاید دوسری جانب موجود انسان کا آج کال اٹینڈ کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا،سامنے ہر جانب سیاہ رنگ کا کوٹ پہنے انسان موجود تھے،اسے کوٹ کچہری شروع سے ہی کچھ خاص پسند نہ تھے۔جب زاویار نے اپنے کریئر کے لیے وکالت کا انتخاب کیا تھا،تو تاشفین نے اسے ایک بار پھر سوچنے کا مشورہ دیا تھا مگر زاویار نے اپنی خواہش پوری کرکے ہی دم لیا تھا۔تاشفین کافی امن پسند اور پرسکون شخصیت کا حامل تھا،اسے لڑائی، جھگڑے، جرح، بحث یہ سب چیزیں ناپسند تھیں۔اس نے

www.novelsclubb.com

ایک بار پھر زاویار کو کال ملائی، مگر اس کا فون ابھی بھی مصروف آرہا تھا۔اس نے کچھ قدم مزید آگے بڑھائے کہ اچانک اس کی نظر سامنے پڑی، سامنے کا منظر دیکھتے اس کی بھوری آنکھیں ساکت ہو گئیں، دل کی دھڑکن تھم گئی۔سامنے کھڑی سیاہ آنکھوں والی لڑکی کسی سے محوِ گفتگو تھی۔تاشفین نے اپنی آنکھیں ایک بار بند کرتے دوبارہ کھولیں کہ شاید یہ اس کا گمان ہو!

ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ جہاں جہاں تاشفین جائے وہ بھی وہیں پر موجود ہو! اتفاق بھی صرف ایک بار ہی ہوتا ہے! ابھی وہ سامنے ہی دیکھ رہا تھا کہ اچانک سامنے سے چند لوگوں کا ہجوم گزرا جن کے گزرنے پر سامنے کا منظر غائب ہو گیا۔اس ہجوم کے گزرتے تاشفین نے دوبارہ وہاں دیکھا، وہ اب وہاں موجود نہ تھی۔تاشفین کو کچھ حد تک یقین آیا کہ وہ صرف اس کا گمان تھا مگر پھر بھی وہ کیوں اس کے اعصاب پر اس قدر سوار ہو چکی تھی کہ وہ اسے ہر جگہ دکھائی دینے لگی تھی۔وہ خود اپنی کیفیت

www.novelsclubb.com

سمجھنے سے قاصر تھا۔وہ ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا،وہ تیزی سے پلٹا،پیچھے زاویار کھڑا تھا۔

"میں ہوں بھائی"زاویار نے اس کے چہرے کا اڑا رنگ دیکھا،

"آپ ٹھیک ہیں بھائی؟"وہ تاشفین کو خاموش دیکھ کر دوبارہ بولا،

"ہاں،ہاں میں ٹھیک ہوں،تم بتاؤ کہ تم میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے،میں پورے دو گھنٹے سے تمہیں کال کر رہا ہوں،کبھی تمہارا فون بند آتا ہے تو کبھی مصروف"اس نے خفگی سے کہا،

"بھائی میں میڈم سے کیس کے متعلق بات کرنے میں مصروف تھا"زاویار نے وضاحت دی،

"تو کوئی بات بنی؟"تاشفین نے سوال کیا،

ہاں میں نے ان سے بات کرلی ہے، وہ ہمارا ویٹ کر رہی ہیں مگر ابتہاج بھائی کیوں "نہیں آئے؟"

"یہی بتانے کے لیے تو میں تمہیں کال کر رہا تھا کہ ابتہاج کو ایک ایمر جنسی ہو گئی تھی اس لیے اسے فوراً راولپنڈی جانا پڑا اور مجبوراً مجھے اکیلے ہی یہاں آنا پڑا" اس کی بات پر تاشفین نے اسے وضاحت دی۔

" چلیں کوئی بات نہیں ہم چلتے ہیں، آئیں" زاویار یہ کہتا ایک جانب چلنے لگا جبکہ تاشفین اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے جا کر رکے تاشفین کی نظر سامنے لگی روم پلیٹ پر پڑی، جہاں جلی حروف میں "ایڈووکیٹ آبرو صدیقی" لکھا تھا۔ زاویار نے دروازے پر دستک دی اور وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے، سامنے دو وکیل کھڑی تھیں۔ جن میں سے ایک کی پشت ان کی جانب تھی، وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں، ان دونوں کے داخل ہوتے دیکھ کر ایک وکیل ان کی جانب دیکھنے لگی، تاشفین کی اس پر نظر پڑتے اس کے دماغ

نے فوراپیغام بھیجا کہ وہ اسے کہیں دیکھ چکا ہے مگر کہاں؟ یہ فل وقت اس کا دماغ پتہ لگانے سے قاصر تھا مگر دوسری وکیل کے ان کی جانب پلٹتے اسے سب یاد آگیا تھا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔

وہ ایک بار پھر اس کے سامنے تھی۔تاشفین کو یقین ہو چکا تھا کہ کچھ دیر پہلے دیکھا گیا منظر گمان نہیں بلکہ حقیقت تھا! سامنے کھڑی آبرو نے ان کی جانب دیکھا،اس کی سیاہ آنکھیں تاشفین کی بُھوری آنکھوں سے ٹکرائیں، جبکہ تاشفین تو اس وقت بالکل ساکت کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ان دونوں کا یوں کھڑے ہونا زاویار اور سدرہ نوٹ کر چکے تھے۔زاویار نے تاشفین کو کہنی ماری،

www.novelsclubb.com

"بھائی!"اس کے کہنی مارنے پر تاشفین اسکی جانب متوجہ ہوا،

"بھائی کیا ہو گیا ہے آپ کو؟"زاویار مدھم سرگوشی میں بولا، جس پر تاشفین ہوش میں آیا۔زاویار تاشفین کو لیتا آگے بڑھا،

"یہ میرے بھائی ہیں، یہ۔۔۔"

"ڈاکٹر ہیں رائٹ "اس سے پہلے کہ تاشفین کا تعارف زاویار کرواتا آبرو بول پڑی، آبرو کے منہ سے نکلنے والے الفاظ زاویار کو حیرت میں ڈال گئے جبکہ تاشفین کے لب بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"آپ۔۔آپ کو کیسے پتا؟ زاویار حیرانی سے پوچھنے لگا۔

"میری امی اِن کی پیشنٹ ہیں "آبرو نے وضاحت دی جبکہ تاشفین کے دل میں تو اِس وقت خوشی کا سماں تھا۔اُسے وہ یاد تھا!

"اُو آئی سی "زاویار نے یہ کہتے ایک نظر تاشفین پر ڈالی، جس کا مفہوم تاشفین خوب سمجھتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"یعنی یہ آپ دونوں کی دوسری ملاقات ہے "زاویار بولا،

"دوسری نہیں تیسری "اس بار بولنے والا تاشفین تھا۔اس کی بات پر زاویار نے طنزیہ نگاہوں سے تاشفین کو دیکھا، "ہمم سہی "زاویار نے ہنکارا ابھرا۔

"ہیو آ سیٹ پلیز" انہیں مسلسل کھڑا دیکھ کر آبرو بولی، وہ دونوں آگے بڑھتے سیٹ سنبھال چکے تھے جبکہ سدرہ دروازے کی طرف بڑھتے روم سے باہر نکل گئی۔

"مجھے زاویار نے کیس کی بارے میں بتایا تھا مگر پھر بھی آپ تمام ڈیٹیلز ریپیٹ کر دیں" آبرو کے یہ بولنے پر تاشفین نے ایک نظر زاویار پر ڈالی اور پھر بولنے لگا۔

پورے 15 منٹ بعد اب کمرے میں مکمل خاموشی تھی، گھڑی کی ٹِک ٹِک با آسانی سنی جا سکتی تھی۔

"میں یہ کیس ضرور کنسیڈر کروں گی مگر اُس سے پہلے میں ایک بار کلائنٹ سے ملنا چاہوں گی" آبرو نے تاشفین کی جانب دیکھتے کہا۔

"شیور، آپ مجھے بتادیں آپ کب فری ہیں؟" تاشفین آبرو کی جانب دیکھتا بولا،

"آپ انہیں دو دن بعد لے آئیں"

"اوکے" تاشفین یہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا، اسے اٹھتا دیکھ کر زاویار بھی کھڑا ہو گیا، جو ابھی تک اسی شاک میں تھا کہ اس کا بھائی وکیل صاحبہ کو پہلے سے جانتا تھا اور اس کی خبر زاویار کو نہ تھی۔

"تھینک یو" تاشفین آبرو کی جانب دیکھتے مسکراتے ہوئے بولا، جس پر آبرو نے سر کو خم دیتے اسکا شکریہ قبول کیا۔ وہ دونوں چلتے ہوئے دروازہ عبور کر گئے کہ کمرے میں موجود آبرو نے اپنا بجتا ہوا فون اٹھایا، جس پر اِصباح لکھا جگمگا رہا تھا۔ فون کال اٹھاتے اسے دوسری جانب سے صالحہ بیگم کی آواز آئی،

"جی امی" وہ سامنے پڑی فائل کے صفحے پلٹتی بولی،

"آبرو بیٹا ابھی حفصہ کا فون آیا تھا، وہ آج آ رہی ہے، اس لیے ہو سکے تو تم جلدی گھر آ جانا" صالحہ بیگم ایک ہی دفعہ میں پوری بات کہہ گئیں، خوشی ان کے لہجے سے واضح تھی۔

www.novelsclubb.com

"یہ تو بہت اچھی بات ہے امی، میں پوری کوشش کروں گی کہ میں بھی جلدی آجاؤں" آبرو نے یہ کہتے کچھ دیر مزید فون پر بات کی اور فون کاٹتے واپس ٹیبل پر رکھ دیا اور سامنے پڑی فائل کے آخری صفحے پر لکھی تحریر پڑھنے لگی۔

صبح سے دوپہر ہو چکی تھی، پچھلے دنوں کے مقابلے موسم آج خاصا خوشگوار تھا۔ پورے آسمان پر بادلوں نے بسیرا کر رکھا تھا، سورج کو اپنا دیدار کروانے کی اجازت نہ تھی۔ سیاہ رنگ کے ٹراؤزر شرٹ میں موجود وہ اس وقت کھڑکی کے قریب کھڑا باہر کا منظر دیکھتے فون سن رہا تھا۔

"جی سر، اوکے سر!" وہ کافی دیر سے اِن الفاظ کو دہرا رہا تھا۔ وہ پلٹا کہ اس کی نظر دروازے میں کھڑی رابعہ بیگم پر پڑی،

"جی سر، بس میں تھوڑی دیر میں نکلتا ہوں" اس نے یہ کہتے کچھ دیر بعد فون کاٹ دیا، اسے فون سے فارغ ہوتا دیکھ کر رابعہ بیگم چلتی ہوئی اس کے قریب آئیں،

www.novelsclubb.com

"آئیں امی، بیٹھیں" وہ بیڈ کی طرف اشارہ کرتا بولا،

"میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی آفاق، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے" ان کی بات پر آفاق جو بیڈ شیٹ پر پڑی سلوٹیں دور کرنے میں مصروف تھا، ان کی جانب دیکھنے لگا،

"جی امی کہیں" اس کی بات پر رابعہ بیگم کچھ قدم چلتے اس کے قریب آئیں،

"آفاق میرے لاکھ کہنے کے باوجود بھی تم باز نہیں آئے نہ" وہ کس بارے میں بات کر رہی تھیں آفاق کو علم ہو چکا تھا۔ وہ جواب میں خاموش رہا،

"میں نے تمہیں اتنا سمجھایا تھا کہ تم اپنے احساسات اور جذبات پر قابو رکھنا مگر نہیں! تم نے میری ایک بات نہیں مانی!" وہ خاموش ہوئیں،

"کسی نے آپ سے کچھ کہا ہے امی؟" اس کے سوال پر رابعہ بیگم کے غصے میں مزید اضافہ ہوا،

"مجھ سے کسی نے کچھ نہیں کہا آفاق، مجھے سب نظر آتا ہے کہ کس طرح کل تم وہاں چہرے پر بارہ بجائے گھوم رہے تھے اور نہ بولنے کی تو تم نے جیسے قسم کھا رکھی تھی"

"امی آپ کو معلوم تو ہے میں زیادہ نہیں بولتا" وہ منمنایا۔

"تمہاری ماں ہوں میں، سب علم ہے مجھے کہ تم کتنا بولتے ہو! تمہیں آخر مسئلہ کیا ہے آفاق؟" رابعہ بیگم کے لہجے میں غصہ تھا۔

"امی مجھ سے منافقت نہیں ہوتی" آفاق ان کی جانب دیکھتا بولنے لگا،

"کیا مطلب؟" رابعہ بیگم نے حیرانی سے سوال پوچھا،

"امی جس وقت ہمیں ان سب کی ضرورت تھی، تب ہمیں کسی نے نہیں پوچھا اور آج جب ہم خود اپنا مقام بنا چکے ہیں تو ہمیں دعوتوں پر بلایا جا رہا ہے" وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا،

www.novelsclubb.com

"آپ کو چاہے یاد نہ رہے امی مگر میں نہیں بھول سکتا کہ ابو کی وفات کے بعد ہمارے ساتھ کوئی کھڑا نہیں ہوا تھا" وہ تلخ حقیقت بیان کر رہا تھا۔

"میں کبھی وہ وقت نہیں بھول سکتا جب آپ نے ہم دونوں کو اکیلے بنا کسی سہارے کے پالا تھا، ہم تب بھی اکیلے تھے اور اب۔۔۔۔" اس کی بات درمیان میں رہ گئی کیونکہ مہمل کمرے میں داخل ہو چکی تھی، مہمل کو داخل ہوتا دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا جبکہ رابعہ بیگم اس کی باتوں کے حصار میں تھیں۔

"امی آپ کو معلوم ہے کل جب آپ صائمہ ممانی کے ساتھ گئی تھیں تو بھائی نے اصباح کو ڈانٹا تھا" مہمل نے داخل ہوتے بات کا رخ بدل دیا کیونکہ وہ باہر کھڑی تمام باتیں سن چکی تھی۔ اس کی بات پر رابعہ بیگم نے آفاق کی جانب دیکھا جو مہمل کو گھورنے میں مصروف تھا۔

"کیوں ڈانٹا تھا تم نے اُسے؟" وہ آفاق سے پوچھنے لگیں،

"میں نے کچھ نہیں کہا تھا امی" وہ صاف مکر گیا،

"امی بھائی جھوٹ بول رہے ہیں، کل انہوں نے اسے سب کے سامنے ڈانٹا تھا اور وہ بیچاری اتنا رو رہی تھی۔۔۔"

"مگر ڈانٹا کیوں تھا؟" رابعہ بیگم کا سوال اب بھی وہی تھا۔

"اُس بیچاری سے چائے گر گئی تھی بس" مہمل نے جواب دیا۔

"یہ سب کچھ تمہیں اصباح نے بتایا ہے؟" آفاق نے مہمل کو مخاطب کیا، جس پر پہلے وہ خاموش ہوئی مگر پھر بولنے لگی،

"ہاں اسی نے بتایا ہے، وہ اتنا رو رہی تھی نہ بھائی" اس کی بات پر رابعہ بیگم نے خفگی بھری نظروں سے آفاق کو دیکھا،

"امی میں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا، اس کو تو عادت ہے ہر وقت رونے کی،" رِم جھِم "کہیں کی!" آفاق کے ذہن کے پردے پر اصباح کا چہرہ لہرایا، جس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

www.novelsclubb.com

"کیا کہا بھائی آپ نے؟" وہ انجانے میں کیا بول گیا تھا اسے خود معلوم نہ تھا۔

"رِم جھم" مہمل یہ بولتے ہنستی چلی گئی،

"واہ بھائی! بہت اچھا نام دیا ہے آپ نے اِصباح کو" وہ یہ کہتی ہنستی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ اِس نام پر رابعہ بیگم بھی مسکرائی تھیں، مہمل کی بات نے پچھلی تلخ باتوں کا اثر زائل کر دیا تھا۔

تاشفین کا علاج مکمل ہو چکا تھا، ڈاکٹر عافیہ سبرینہ کے لیے فرشتہ بن کر اتری تھیں، انہوں نے سبرینہ سے پوچھتے، فوراً ہسپتال کا بل ادا کرتے تاشفین کا علاج شروع کروایا تھا۔ تاشفین کا قوتِ مدافعت خوراک کی کمی کے باعث بہت کمزور تھا، جس کے باعث اسے چھوٹی چھوٹی بیماریاں بھی بہت طویل عرصے تک چلتی تھیں۔ وہ اس وقت ان کے ساتھ اُن کے روم میں بیٹھی تھی۔ آنسو اس کے گال بھگو رہے تھے، ایک بار پھر وہ انہیں اپنی درد بھری داستان سنا رہی تھی، جس پر ڈاکٹر

عافیہ چپ بیٹھی تھیں۔اتنے میں ایک نرس نے آکر یہ خبر دی کہ تاشفین کو ہوش آچکا ہے۔ سبرینہ یہ سنتے فوراً اٹھتی اس نرس کے پیچھے بھاگی، کمرے میں داخل ہوتے وہ فوراً بیڈ کی طرف گئی جہاں تاشفین نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کے قریب پہنچتے وہ اس کا چہرہ جابجا چومنے لگی، اس کے آنسو ابھی بھی بہہ رہے تھے جبکہ ڈاکٹر عافیہ بھی کچھ دیر بعد اس کے قریب آکر کھڑی ہوئیں،

"میرا بچہ، میرا بچہ!" وہ یہ کہتے مسلسل اس کا چہرہ چوم رہی تھی، ڈاکٹر عافیہ نے آگے بڑھتے تاشفین کے ماتھے پر بکھرے بال پیچھے کیے جبکہ وہ آدھی کھلی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ سبرینہ کی طرف دیکھتے اس نے اپنے لب ہلائے مگر طاقت کی کمی کے باعث اس کے الفاظ اس کے ہونٹوں میں دم توڑ گئے۔ سبرینہ کچھ پیچھے ہوتی کھڑی ہوئی،

"ماشاءاللہ بہت پیارا ہے! کیا نام ہے اس کا؟" ڈاکٹر عافیہ تاشفین کو دیکھتے پوچھنے لگیں، جس پہ سبرینہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے،

"تاشفین۔۔تاشفین احمد"

"واہ نام بھی بہت پیارا ہے" وہ مسکرائیں،

"یہ۔۔۔۔یہ ٹھیک تو ہو جائے گا نہ" سبرینہ کا لہجہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔

"بالکل فٹ ہو جائے گا تم پریشان مت ہو، دیکھنا ابھی کچھ دنوں میں ہی اُچھلتا کودتا پھرے گا" وہ اس کو تسلی دیتی بولیں۔کچھ دیر وہ مزید سبرینہ کا اپنی اولاد کے لیے پیار دیکھتی رہیں، اس کے بعد وہ سبرینہ کو لیتیں واپس اپنے کمرے کی جانب چل پڑیں کیونکہ نرس تاشفین کی ڈرپ چینج کرنے لگی تھی۔کمرے میں پہنچتے اب سبرینہ کے آنسو تھم چکے تھے۔ڈاکٹر عافیہ اس کے سامنے جا بیٹھیں،

"سبرینہ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے" ان کی آواز پر سبرینہ نے ان کی جانب دیکھا،

"جی" وہ محض اتنا بول سکی۔

"تم اپنا گھر تبدیل کر لو" ان کی بالکل غیر متوقع بات نے سبرینہ کو حیرت میں ڈال دیا۔

"مگر کیوں۔۔۔؟"

"سبرینہ میری بات مانو، تم میرے گھر پر شفٹ ہو جاؤ" ان کی اگلی بات پچھلی بات سے بھی زیادہ غیر متوقع تھی۔ سبرینہ نفی میں سر ہلانے لگی،

"نہیں، نہیں ایسا ممکن نہیں ہے" اسکے انکار پر انہوں نے آگے بڑھتے اس کے دونوں ہاتھ تھامے،

"سبرینہ جذبات میں آکر کوئی فیصلہ مت کرو، تم ایک بار تو مشکل کا سامنا کر چکی ہو پر اگر کل کو تم پر یہ وقت دوبارہ آجاتا ہے تو تم کیا کرو گی، ہر بار تمہارا مجھ سے سامنا ہو جائے یہ ضروری تو نہیں" انکی بات سبرینہ کو واقعی سوچنے پر مجبور کر گئی۔ وہ صحیح کہہ رہی تھیں اگر آج اسے ڈاکٹر عافیہ نہ ملتیں تو کیا ہوتا! وہ اس سے آگے سوچ نہ سکی۔

"اگر معاملہ تمہاری خودداری کا ہے تو میں اس کا بھرپور احترام کروں گی، تمہیں میں جاب دلواؤں گی اور تم میرے گھر کے اوپر والے پورشن میں کرائے پر رہ لینا۔۔۔"

"مگر۔۔۔۔۔"

"کم از کم تم اور تمہارا بیٹا میری نظروں کے سامنے تو رہو گے" سبرینہ خاموشی سے ان کی بات سننے لگی۔

قدرت نے ایک بار پھر ہم دونوں کو ملوایا ہے سبرینہ! صرف ایک بار میری بات "پر غور کرلو"

"مگر آپ کی فیملی؟" سبرینہ کی بات پر وہ مسکرائیں،

www.novelsclubb.com

"میں نے تمہیں بتایا تھا نہ میرا صرف ایک ہی بیٹا ہے اور وہ بھی شادی کے بعد اب بیرون ملک مقیم ہے، میں گھر پر اکیلی ہوتی ہوں، تم آجاؤ گی تو میرا بھی دل لگ جائے گا" وہ مسکراتی ہوئی بول رہی تھیں۔

"مگر پھر بھی۔۔۔" سبرینہ نے بولنے کے لیے لب کھولے۔

"سبرینہ اس بار جذبات میں آکر کوئی فیصلہ مت کرنا، تحمل سے میری بات کو سوچو" ان کی بات پر سبرینہ خاموش ہوگئی۔اس کے دماغ میں سوچوں کا جال بچھنے لگا،اس کی جاب تو پہلے ہی ختم ہوچکی تھی، گھر کا کرایہ دینے کے لیے اس کے پاس پیسے بھی نہ تھے،اوپر سے تاشفین کی طبیعت! اس کا ذہن الجھنوں کا شکار ہونے لگا۔کچھ دیر مزید سوچنے کے بعد اس نے ڈاکٹر عافیہ کی جانب دیکھا جو کاغذ سے صفحے پر چند الفاظ لکھ رہی تھیں۔

"میں نے فیصلہ کرلیا ہے" اس کی آواز پر وہ اس کی جانب پلٹیں،

"میں تمہارے فیصلے کا احترام کروں گی سبرینہ مگر مجھے امید ہے کہ اس بار تم نے فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہوگا" ان کی بات پر سبرینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں آپ کے ساتھ جانے پر راضی ہوں مگر میری کچھ شرائط ہیں" وہ بولنے لگی،

"گھر کا کرایہ میں پورا دوں گی" وہ رکی،

"آپ مجھے جاب دلوائیں گی مگر میں اپنا سارا خرچہ خود اٹھاؤں گی" سبرینہ کی بات پر وہ مسکرائیں،

"مجھے تمہاری ساری شرائط منظور ہیں بیٹا" ان کی بات پر سبرینہ کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے، اس کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہونے والا تھا جو تاریک تھا یا روشن اسے خود معلوم نہ تھا۔

وہ تینوں اس وقت کمرے میں بیٹھی مٹر کے دانے نکال رہی تھیں۔درمیان میں پڑا باؤل آہستہ آہستہ مٹر کے دانوں سے بھرنے لگا تھا۔اِصباح درمیان میں بیٹھی تھی جبکہ اس کی ایک جانب حفصہ اور دوسری جانب رُتبہ بیٹھی تھی۔اِصباح حفصہ کو عید کی دعوت کی روداد سنا رہی تھی،

"آپ کو پتہ ہے آپی وہاں پھپھو اور مہمل بھی آئی تھیں۔۔۔۔"

"اور اِصباح کو آفاق بھائی سے خوب ڈانٹ بھی پڑی تھی" اصباح مزید بولنے کے لیے لب کھول ہی رہی تھی کہ رُتبہ بول پڑی،اس کی بات پر اِصباح نے اسے گھورا،

"واقعی؟پر کیوں پڑی تھی ڈانٹ؟"حفصہ حیران ہوئی،

"اِصباح نے آفاق بھائی پر چائے گرادی تھی اس لیے" رتبہ ہنستے ہوئے بتانے لگی،

"اور ہماری اِصباح نے بالٹی بھر کے آنسو بہائے تھے" رُتبہ اِصباح کو چڑانے لگی، اس سے پہلے کہ اِصباح رُتبہ کو جواب دیتے کچھ بولتی، حرم کمرے میں داخل ہوئی،

"آپی میری ریڈ فراک نہیں مل رہی، آپ نے کہاں رکھی تھی؟" حرم نے اِصباح کو مخاطب کیا،

"وہیں الماری میں رکھی ہے حرم"

"مجھے نہیں مل رہی آپی، آپ پلیز میرے ساتھ آئیں نہ" وہ یہ کہتی وہاں سے بھاگ گئی،

"یہ لڑکی بھی نہ، رُتبہ تم آپی کے ساتھ مل کر یہ کام مکمل کرواؤ میں ابھی آتی ہوں" اِصباح نے مٹر کے دانوں کی جانب دیکھتے رُتبہ کو مخاطب کیا، اس کی بات پر رُتبہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"تم جاؤ اِصباح میں اور رُتبہ کر لیں گے" حفصہ نے اِصباح کو مخاطب کرتے مٹر کے دانے باؤل میں ڈالے، اصباح کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ پیچھے بیٹھی وہ دونوں کام میں مصروف ہو گئیں، کچھ لمحے ان دونوں کے درمیان خاموشی رہی،

"آپی آپ کو پتہ ہے آج میں مارکیٹ گئی تھی" رتبہ کی بات پر سامنے بیٹھی حفصہ نے حیرانی سے اسے دیکھا،

"ہاں رتبہ مجھے معلوم ہے، تم نے بتایا تھا" حفصہ اسے جواب دیتے واپس کام میں مصروف ہو گئی،

"میں نے وہاں عادل بھائی کو دیکھا تھا" حفصہ کا باؤل تک جاتا ہاتھ تھم گیا، اس نے نظریں اٹھاتے رُتبہ کو دیکھا، حفصہ کی آنکھوں میں موجود تاثر رُتبہ کو بہت کچھ سمجھانے کے لیے کافی تھا۔

"وہ کسی لڑکی کے ساتھ تھے" وہ حفصہ کو خاموش دیکھتے بولی، ان دونوں کے درمیان خاموشی کا ایک مختصر وقفہ حائل ہوا، رتبہ خاموشی سے حفصہ کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو حیرت نہیں ہوئی آپی؟" اس نے حفصہ کو مخاطب کیا، جس پر حفصہ نے نفی میں سر ہلایا،

"مجھے معلوم ہے رُتبہ" حفصہ کی بات رُتبہ کے لیے کسی شاک سے کم نہ تھی۔

"کیا مطلب آپ۔۔۔ آپ یہ سب جانتی ہیں آپی؟" اس کی آواز میں شاک تھا، حیرانی تھی، صدمہ تھا۔

"ہاں رتبہ میں جانتی ہوں"

"مگر آپی۔۔۔۔" اس کی بات منہ میں ہی رہ گئی جب حفصہ نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا،

www.novelsclubb.com

"مجھے اب ان سب کی عادت ہو چکی ہے رُتبہ "اس کی بات سنتے رتبہ کو ایک اور شاک لگا،

"عادت!! آپی آپکو کیسے اس چیز کی عادت ہو سکتی ہے؟ آپ کا شوہر کسی اور کے ساتھ۔۔۔۔۔" رتبہ کی بات درمیان میں تھی جب حفصہ بولنے لگی،

"جس طرح ایک انسان کو روشنی سے ایک بند کمرے میں چھوڑ دیا جائے تو شروع شروع میں اسے اندھیرے میں رہنے میں مشکل پیش آتی ہے مگر آہستہ آہستہ وہ اُس اندھیرے کا عادی ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح میں بھی اب ان سب چیزوں کی عادی ہوں چکی ہوں" حفصہ کے الفاظ رتبہ کا دل چیر گئے۔

"مگر آپی۔۔۔"

"رتبہ چھوڑو ان سب باتوں کو، ان کا کوئی فائدہ نہیں"

"کیوں فائدہ نہیں ہے آپی، میں آبرو سے بات کروں گی وہ۔۔۔"

www.novelsclubb.com

خبردار رتبہ تمہیں میری قسم، تم آبرو سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرو "گی

"آپی آپ۔۔۔۔"

"پلیز رتبہ "حفصہ کے چہرے پر چھائے تاثرات دیکھتے رتبہ خاموش ہوگئ، کچھ لمحے خاموشی سے سرک گئے۔

"تمہیں معلوم تو ہے رُتبہ میں انہیں اولاد کی خوشی نہیں دے سکی مگر پھر بھی وہ بہت اچھے ہیں رُتبہ، میرا بہت خیال۔۔۔"

"آپی مجھے بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کتنے اچھے ہیں!"رُتبہ کے لہجے میں طنز تھا۔

"اگر وہ اتنے ہی اچھے ہیں تو وہ شادی کے چھ سالوں میں صرف دو بار ہی آپ کے ساتھ ہمارے گھر کیوں آئے؟اور وہ بھی تب جب جائیداد یا کسی اور چیز کی تقسیم کا معاملہ ہوتا تھا" وہ رکی۔

"اس کے علاوہ آپ کی انہیں کتنی فکر ہے اس سے ہم سب بخوبی واقف ہیں" رتبہ کا ایک ایک لفظ حقیقت تھا اور اس بات کو حفصہ بھی جانتی تھی۔حفصہ خاموشی سے اپنے آنسو صاف کرنے لگی،اس سے پہلے کہ رُتبہ مزید کچھ بولتی، کمرے میں اِصباح داخل ہوئی، جس کے ہاتھ میں حفصہ کا موبائل تھا۔

"آپی عادل بھائی کی کال ہے"اس کے الفاظ پر رُتبہ اور حفصہ کی نظریں ملیں، حفصہ اِصباح سے موبائل پکڑتے خاموشی سے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔اِصباح آکر رُتبہ کے ساتھ بیٹھ گئی جبکہ رُتبہ کی نظر دروازے پر لگی تھی جہاں سے کچھ دیر پہلے حفصہ گئی تھی۔

وہ بائیک کی چابی گھماتے تیز تیز قدم اٹھاتا ہاسپٹل کے کاریڈور میں چل رہا تھا، ایک کمرے کے سامنے پہنچتے اس نے اس کے سامنے لگی نیم پلیٹ کو دیکھا جہاں جلی حروف میں "اسسٹنٹ کارڈک سرجن تاشفین احمد" لکھا تھا۔ لبوں پر فخریہ مسکراہٹ آئی، دروازے پر دستک دیتے وہ اندر داخل ہوا، کمرہ خالی تھا۔ وہ آگے قدم بڑھاتے سامنے ٹیبل پر رکھی چیزوں کا جائزہ لینے لگا، جہاں فائلز، پیپرز، پینز اور بہت کچھ موجود تھا۔ وہ کچھ دیر وہاں بیٹھا انتظار کرتا رہا مگر پھر اکتائے ہوئے انداز میں کمرے کا دروازہ کھولتے باہر نکلا جہاں اسے سامنے سے تاشفین دو فیمیل ڈاکٹرز کے ہمراہ اسی جانب آتا نظر آیا، زاویار پر نظر پڑتے وہ ان دونوں ڈاکٹرز سے ایکسکیوز کرتا زاویار کے قریب آیا،

"اب میں سمجھا گھر پر دل کیوں نہیں لگتا!" زاویار کی بات پر تاشفین نے اسے گھوری سے نوازا۔

"آہستہ بولو۔۔۔۔"

"اتنے حسین لوگوں کے درمیان آخر دل کیسے نہ لگے، مگر۔۔۔۔۔۔" وہ پھر بھی باز نہ آیا، تاشفین اسے کھینچتے ہوئے کمرے میں لے آیا،

"زاوی آہستہ بولو، یہ ہاسپٹل ہے" وہ زاوی کو مخاطب کرتا بولا،

"یہ تھیں کون؟" زاویار ابھی تک وہیں اٹکا تھا۔

"زاوی۔۔۔" اس سے پہلے کہ تاشفین مزید کچھ بولتا، کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نرس اندر داخل ہوئی،

"ڈاکٹر! ڈاکٹر جلدی چلیں، روم نمبر تھری کے پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے" وہ نرس تاشفین کو مخاطب کرتی بولی،

"آپ چلیں میں ابھی آتا ہوں" تاشفین اس کو جواب دیتا بولا،

"زاوی تم ویٹ کرو میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں" وہ اسے کہتا تیزی سے اس نرس کے پیچھے چلا گیا جبکہ زاوی وہیں کھڑا ان کی کاروائی دیکھتا رہا۔ تاشفین کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جانے پر وہ کمرے سے نکلتا باہر کاریڈور میں ٹہلنے لگا کہ اچانک اُس کی نظر سامنے سے آتی رُتبہ پر پڑی، جو چلتی ہوئی اسی جانب آرہی تھی۔زاویار کی مسکراہٹ گہری ہوئی،رُتبہ اس سے چند قدم فاصلے پر تھی کہ کسی کی نظروں کی تپش کے احساس پر اُس نے زاویار کی جانب دیکھا جو اس سے چند قدم فاصلے پر کھڑا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔رُتبہ چلتی ہوئی زاویار کے قریب آئی،

"تم یہاں تک آگئے میرا پیچھا کرتے کرتے" وہ غصے سے بولی،

"جی نہیں محترمہ، میں آپ کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں نہیں آیا"

"تو پھر تم یہاں کیا کررہے ہو؟"

"یہ ہاسپٹل ہے محترمہ یہاں پر کوئی بھی آسکتا ہے" زاویار تپانے کے انداز میں بولا،اس سے پہلے کہ رُتبہ کچھ کہتی زاویار دوبارہ بولا،

www.novelsclubb.com

"ویٹ آمنٹ، کہیں آپ تو میرا پیچھے کرتی ہوئی یہاں نہیں آئیں" زاویار کی بات پر رُتبہ کے غصے میں اضافہ ہوا،

"بہت خوش فہمیاں پال رکھی ہیں تم نے" رُتبہ کی بات پر وہ مسکرایا،

"ظاہر ہے اتنا ہینڈسم ہوں، خوش فہمیاں تو ہوں گی" اس کی بات پر رُتبہ نے آنکھیں گھمائیں اور پاس سے گزرنے ہی لگی تھی کہ زاویار کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی،

"کہیں آپ میرا مشورہ سیریس لیتے یہاں اپنا علاج تو نہیں کروانے آئیں؟" زاویار کی بات پر رُتبہ کو پتنگے لگ گئے، وہ فوراً پلٹی،

"ایکسکیوز می مسٹر" وہ اس کے سامنے آئی،

"میں فضول لوگوں کی فضول باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتی ہوں" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی،

www.novelsclubb.com

"آپ کہیں تو میں اپوائنٹمنٹ لے دوں" زاویار باز نہ آیا،

"تم۔۔۔ تم نے اگر مجھے مزید تنگ کیا تو میں۔۔۔ میں تمہاری چٹنی بنادوں گی" رُتبہ کے جو منہ میں آیا وہ بول گئ،

"اُوہ واؤ! ماسٹر شیف! اتنے بڑے انسان کی چٹنی! اِمپریسو! آپ سے مل کر تو ہر بار میں آپ سے بہت متاثر ہوتا ہوں" وہ خود ہی زاویار کو بولنے کا موقع دے گئ تھی۔

"تم ہٹو میرے راستے سے، مجھے فضول لوگوں کے منہ لگنے کا کوئی شوق نہیں" وہ یہ کہتی آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ اس کی سماعت سے ایک بار پھر زاویار کی شرارت بھری آواز ٹکرائی،

"میرا بھی کچھ یہی خیال ہے" وہ ایک بار پھر رُتبہ کو زِچ کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ رُتبہ نے دانت پیستے، مڑ کر اسے دیکھا اور پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئ جبکہ زاویار اسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گی۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھا۔بیڈ پر لیٹے اس نے موبائل ہاتھوں میں تھام رکھا تھا، جس پر تیز تیز انگلیاں چلاتا وہ نجانے کیا ٹائپ کر رہا تھا۔ بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ سگریٹ نوشی کی وجہ سے ہونٹ ہلکے جامنی ہونے لگے تھے۔ وہ اس وقت ہلکے نیلے رنگ کے ٹریک سوٹ میں موجود تھا۔ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور فائقہ بیگم اندر داخل ہوئیں،

"شہری تم کب آئے؟" وہ اس کے قریب آتی بولیں،

"ابھی کچھ دیر پہلے" شہریار نے مصروف انداز میں جواب دیا۔

"کچھ کھاؤ گے؟" وہ پوچھنے لگیں،

"نہیں مام مجھے بھوک نہیں ہے" اس نے بیزاری سے جواب دیا۔

"شہری مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے" ان کی بات پر شہریار کے ماتھے پر بل پڑے،

"اگر یہ بات ڈیڈ سے ریلیٹڈ ہے تو پلیز مام مجھے آپ سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی" اس نے واضح انکار کیا۔

"مگر تم ایک بار۔۔۔"

"میں نے آپ سے کہا مام مجھے اِس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

"مگر شہری وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں، ان کی طبیعت۔۔۔"

"مام یہ سب انہیں مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا" وہ اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا، اس سے پہلے کہ فائقہ بیگم کچھ اور کہتیں ان دونوں کی سماعت سے ہیل کی ٹِک ٹک کی آواز ٹکرائی، وہ دونوں آواز کے تعاقب میں دیکھنے لگے۔ سیاہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رنگ کی جینز کے ساتھ سرخ رنگ کی ٹاپ پہنے، بالوں کو سٹریٹ کیے، چہرے کو میک اپ سے سجائے، آنکھوں میں چمک، لبوں پہ مسکراہٹ لیے، وہ اسی جانب بڑھ رہی تھی۔ایک ہاتھ میں سیاہ رنگ کا چھوٹا سا کلچ جبکہ دوسرے ہاتھ میں موبائل تھام رکھا تھا، وہ "امل آفندی" تھی۔

"میں نے کہیں آپ دونوں کو ڈسٹرب تو نہیں کیا" وہ دروازے میں کھڑی مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی،

"ناٹ ایٹ آل" شہریار بیڈ پر اٹھ بیٹھا جبکہ فائقہ بیگم امل کی جانب بڑھیں،

"واٹ آ پلیزینٹ سرپرائز امل" وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب جاتے، اس سے ملنے لگیں، ان سے ملتے امل آگے بڑھتے بیڈ کے قریب رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

کچھ دیر مزید باتیں کرنے کی بعد فائقہ بیگم اٹھ کھڑی ہوئیں،

"امل تم کھانا کھائے بغیر نہیں جاؤں گی، اوکے!"

"نہیں آنٹی میں۔۔۔"

"امل میں انکار نہیں سنوں گی" فائقہ بیگم کی بات پر امل مسکرائی،

"تم دونوں باتیں کرو میں ابھی آتی ہوں" وہ یہ کہتی دروازہ عبور کر گئیں جبکہ پیچھے بیٹھی امل شہریار کو دیکھتی مسکرائی،

"کیسے ہو؟" اس نے شہریار کو مخاطب کیا،

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں، تم سناؤ کیسی ہو اور ہاں تمہاری وہ دوست کیسی ہے؟" چہرے پر پراسرار مسکراہٹ سجائے وہ پوچھنے لگا،

"میں بھی ٹھیک ہوں اور میری دوست بھی" امل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کام کہاں تک پہنچا؟" ایک اور پراسرار سوال۔

"ابھی تو بھروسہ جیتنے کی کوشش جاری ہے، ایک بار بھروسہ جیت لوں پھر ہی کام شروع ہو سکتا ہے" امل اس کو جواب دیتے بولی،

"دھیان رکھنا کہیں دوستی گہری نہ ہو جائے" شہریار جان بوجھ کر امل کو چڑانے لگا۔

"شہری!" وہ خفگی سے بولی،

"تمہیں معلوم ہے میں یہ سب کس لیے کر رہی ہوں ورنہ اُس جیسی چھوٹے گھر کی لڑکیوں کو تو میں منہ لگانا پسند نہ کروں" اس کے لہجے میں حقارت تھی۔

"مجھے معلوم ہے امل میں بس مذاق کر رہا تھا" شہری اسے جواب دینے لگا۔

"بس تم دھیان رکھنا اسے کہیں شک نہ ہو جائے" اس کی بات پر امل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"فکر مت کرو، تم دیکھنا میں اسے کیسے اس کی اوقات یاد دلاؤں گی" وہ نخوت سے بولی،

"اور میں اِس میں تمہارا بھرپور ساتھ دوں گا" شہریار کے جواب پر وہ دونوں مسکرائے، دونوں کی مسکراہٹ پر اسرار اور شیطانی تھی۔

مجھے معلوم ہے شہری کیونکہ صرف مجھے ہی نہیں تمہیں بھی اُس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے"

" بالکل!"شہریار نے اس کی بات پر پاس پڑی سگریٹ اٹھاتے کہا،

"جس طرح اُس نے سب کے سامنے مجھے بے عزت کیا تھا اس طرح میں بھی اُسے کہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑوں گا"شہریار کی لہجے میں ایسا تاثر تھا کہ پاس بیٹھی امل بھی کچھ لمحے کے لیے خوفزدہ ہوئی مگر وہ مطمئن تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ غصہ اور نفرت صرف "رُتبہ صدیقی" کے لیے ہے۔

---

www.novelsclubb.com

"اِصباح تم نے آبرو کو کال کی؟"صالحہ بیگم کے پوچھنے پر اِصباح ان کی جانب متوجہ ہوئی،

"جی امی میری بات ہوئی ہے آبرو سے،بس وہ آدھے گھنٹے میں پہنچنے والی ہے"اِصباح صالحہ بیگم کو جواب دیتی اُن کے پاس آ بیٹھی،جو بیڈ پر نیم دراز تھیں جبکہ ان کی ایک جانب حفصہ اور دوسری جانب رُتبہ بیٹھی تھیں۔

"اللہ! ابھی آدھا گھنٹہ اور انتظار کرنا پڑے گا"رُتبہ کی جھنجلائی ہوئی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی،

"اپنی بڑی بہن کے لیے تم اتنا انتظار بھی نہیں کر سکتی"حرم نے کمرے میں داخل ہوتے اس کی بات سنی اور اس کے قریب آتے بڑوں کے انداز میں بولی،

"صبح سے بھوکی ہوں میں!"رُتبہ نے دہائی دی۔

"میں نے تم سے کہا بھی تھا رُتبہ کہ ہاسپٹل میں ہی کچھ کھالو مگر تم نے تو میری بات نہ سننے کی قسم کھا رکھی ہے"صالحہ بیگم کی بات پر حرم ہنسنے لگی،

www.novelsclubb.com

"حرم یہ اپنے دانت نکالنا بند کرو اور آؤ میری ٹانگیں دباؤ" اب ہنسنے کی باری رُتبہ کی تھی اور وجہ حرم کا اُترا ہوا منہ تھا۔ حرم بیڈ پر بیٹھتے صالحہ بیگم کی ٹانگیں دبانے لگی، ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ حرم کی زبان پر کھجلی ہوئی،

"آپی آپ دوبارہ ہمارے پاس کب آئیں گی؟" اس نے پاس بیٹھی حفصہ کو مخاطب کیا، جس کی کل واپسی تھی۔

"جب حفصہ آپی کی پیاری نند اپنے پِیا کے دیس چلی جائیں گی" جواب رُتبہ کی طرف سے آیا،

"مطلب آپ میرے فائنل ایگزامز کے بعد آئیں گی" حرم نے صالحہ بیگم کی ٹانگیں دباتے حساب کتاب لگایا،

"کب ہیں تمہارے ایگزامز؟ حفصہ کے سوال پر حرم نے کچھ دیر اپنی انگلیوں پر حساب لگایا، پھر بولی،

"پورے تین ماہ بعد"

"سہی"حفصہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔

"پھر تو ہماری گڑیا بھی بڑی ہو جائے گی، کالج جایا کرے گی"حفصہ مسکراتے ہوئے بولی،

"کالج تو جاؤں گی مگر مجھے میرا اسکول بہت یاد آئے گا، میری ساری دوستی بھی بہت یاد آئیں گی"وہ ایک دم افسردہ ہوئی،

"کوئی بات نہیں کالج جا کر نئی دوستیں بنالینا"اِصباح نے مشورہ دیا۔

"مگر سکول کی دوستی زیادہ اچھی ہیں"حرم منہ بناتے بولی،

"حرم بچے انسان زندگی کے ہر مرحلے میں جب آگے بڑھتا ہے تو اُسے پچھلے مرحلے سے وابستہ لوگ بہت یاد آتے ہیں، ابھی تم سکول کی دوستوں کو یاد کرو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گی، دو سال بعد تمہیں کالج کی دوستیں یاد آئیں گی اور جب تمہاری یونیورسٹی مکمل ہو جائے گی تو تم اسے یاد کرو گی" صالحہ بیگم اسے سمجھانے لگیں،

"ہمیں زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور کبھی کبھار اپنے بہت عزیز ترین دوستوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے" صالحہ بیگم کی بات پر حرم کے دماغ میں ایک سوال نمودار ہوا،

"امی آپ کی کوئی بہت پکی والی دوست تھی؟" حرم کے سوال پر صالحہ بیگم نے اس کی جانب دیکھا، جو سوالیہ نگاہوں سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"ہاں تھی" صالحہ بیگم کے ذہن کے پردے پر ایک چہرہ نمودار ہوا۔

"کون؟" ایک اور سوال۔

"بہت لمبی اور پرانی کہانی ہے بیٹا" صالحہ بیگم ٹالنے لگیں،

www.novelsclubb.com

"جب تک آبرو نہیں آتی، آپ ہمیں اپنی دوست کی کہانی سنادیں" حفصہ کی آواز پر صالحہ بیگم نے اس کی جانب دیکھا،

"حفصہ آپی صحیح کہہ رہی ہیں امی، آپ تب تک ہمیں اپنی پرانی سہیلی کی لمبی کہانی سنائیں" رُتبہ نے بھی حصہ لیا۔ سامنے بیٹھی اِصباح بھی کہانی کی منتظر تھی۔

"اچھا، اچھا" صالحہ بیگم بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگاتی بولنے لگیں،

"(ایف۔ایس۔سی) کرنے تک، میری ساری زندگی کراچی میں گزری تھی، وہیں میری بچپن کی سہیلی بھی رہتی تھی۔ ہمارے گھر بالکل ساتھ ساتھ تھے۔ ہم ساتھ سکول، ساتھ مدرسہ، ساتھ کالج جاتے تھے" وہ خاموش ہوئیں،

"سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ بھی اکلوتی تھی اور میں بھی، مگر ہم دونوں میں بہت فرق تھا!" وہ مسکرائیں۔

"میں بہت ڈرپوک تھی ہر کام میں پیچھے رہنے والی اور وہ بہت بہادر تھی ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی مگر پھر بھی ہم دونوں کی بہت بنتی تھی" وہ مسکرا رہی تھیں، ماضی کی خوشگوار یادیں تازہ ہونے لگی تھیں۔

"آپ کی وہ دوست اب کہاں ہے؟" حرم دماغ میں سوال پیدا ہوتے ہی اسے فورا زبان پر لے آئی،

"میرے (ایف ایس سی) کرنے کے بعد تمہارے نانا کا ٹرانسفر لاہور ہو گیا تھا اور پھر مجبوراً ہمیں لاہور آنا پڑا، میں دو بار کراچی اس سے ملنے گئ تھی مگر پھر۔۔۔" انہوں نے ایک نظر سب پر ڈالی، وہ سب بہت غور سے ان کی بات سن رہی تھیں،

"میری شادی ہو گئی، شادی کے بعد میں ایک بار اس سے ملنے گئ تھی مگر مجھے معلوم ہوا کہ وہ لوگ گھر تبدیل کر چکے ہیں اور اُس دن کے بعد سے میرا رابطہ ہمیشہ کے لیے میری دوست سے منقطع ہو گیا" ان کے لہجے میں افسوس در آیا تھا۔

"آپ نے انہیں اپنی شادی پر نہیں بلایا تھا؟" حرم نے ایک عجیب سوال کیا، جس پر سب نے اس کی جانب دیکھا، سب کی نظریں خود پر پڑتے وہ دانت نکالنے لگی،

"بلانا تھا مگر تمہارے دادا کی اچانک وفات کی وجہ سے شادی بہت جلدی میں طے ہوئی تھی، اس لیے میں اسے نہیں بلا سکی، مگر آج بھی وہ میری دعاؤں کا حصہ ہے اور ہمیشہ رہے گی" ان کی آنکھوں میں نمی جھلملانے لگی،

"امی آپ نے اپنی دوست کا نام تو بتایا ہی نہیں" رُتبہ کے سوال پر صالحہ بیگم کے ذہن کے پردے پر دو کتھئی آنکھیں لہرائیں،

"سبرینہ احمد نام تھا اُس کا" وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

جاری ہے۔۔۔۔۔